ثمرۂ صداقت
علی برادران دہلی میں
مولفہ و مصنفہ
حضرت ملک الکلام
(امروہوی)
جسمیں علی برادران کی دہلی میں تشریف آوری
اہلِ دہلی کا شاندار استقبال اور شاہانہ جلوس
کی سچی اور پوری تصویر
کھینچ دی گئی ہے
سفینۂ حریت
قیمت فی جلد آٹھ آنے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منظور ہے گزارش

احوالِ واقعی

اس سے قبل کہ معزز ناظرین اصل کتاب کو ملاحظہ فرمائیں، یہ عرض کرنا بیجا نہ ہوگا کہ درحقیقت اپنی ذاتی استعداد و قابلیت کے لحاظ سے میں کسی طرح بھی اسکا اہل نہ تھا کہ اس تاریخی کتاب کی تصنیف و تالیف کی اعلیٰ خدمت میرے سپرد کی جاتی، لیکن ایک تو اس خیال سے کہ **عبدالقدیر والاخوان** سے میرے تعلقات ایسے نہیں کہ میں اُن کے ارشاد کی تعمیل میں عذر و معذرت کو کام میں لاؤں اس خدمت کو بجالانے پر مجبور ہونا پڑا اور دوسرے اِس لحاظ سے بھی اس خدمت کی بجا آوری کو اپنا فرض سمجھا کہ میری عمر کا کچھ حصّہ "ہمدرد" کی خدمات میں بسر ہو چکا ہے اور مسٹر محمد علی و شوکت علی کا بہت کچھ منت کشِ احسان رہ چکا ہوں۔ میں نے ان دونوں بھائیوں کی مہربانیوں کا لُطف اُٹھایا ہے اور میرے خیالات میرے جذبات اور میری دلچسپیوں میں ان دونوں بھائیوں کا فیضِ صحبت شامل ہے، اور سب سے زیادہ خوشی، سب سے زیادہ مسرت، اور سب سے زیادہ فخر کا

موقع میرے لیے صرف یہی ہے کہ میں آج اپنے ایک مہتم بالشان فرض کو ادا کر رہا ہوں، اور اپنے معزز کرمفرما منشی عبد القدیر صاحب کا سچے دل سے شکر گزار ہوں جن کی بدولت مجھے ایسا مبارک موقع نصیب ہو گیا ہے۔

مناسب تو یہ تھا کہ میں اس کتاب کو اُس وقت سے شروع کرتا جبکہ حکومت کی شانِ جباری "ہمدرد" کے دفتر میں نظر آئی تھی، لیکن میں عمداً اُس کا اعادہ کر کے ناظرین کا دل دُکھانا نہیں چاہتا۔ البتہ اُس جرم کی نوعیت کا اظہار کر دینا ضروری ہے جس کی پاداشں میں ان دونوں (مسٹر محمد علی و شوکت علی) کو پانچ سال کے قریب نظر بندی کے مصائب برداشت کرنے پڑے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں بھائی (جنکو آج کل "علی برادران" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے) ہمیشہ لیرانہ صداقت کے ساتھ مسئلہ ٹرکی کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہتے تھے، اور ان کی زبان ان کا قلم دونوں میں سے ایک بھی دائرۂ صداقت و حمایتِ حق سے متجاوز و منحرف نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے حکومت کی شانِ جباری و خود پسندی اس کو گوارا نہ کر سکی اور اُسنے اپنی کامیابی کی صرف یہی صورت پائی کہ "علی برادران" کی آزادی کو پوری قوت کے ساتھ سلب کر لیا جائے اور ہر ممکن سے ممکن سختی کو ان کے لیے عمل میں لاکر اپنی طاقت اپنے اقتدار اور اپنے جاہ و جبروت کی نمائش کی جائے۔

بہت دنوں تک "علی برادران" کے متعلق کسی نوعیت جرم کا اظہار نہیں ہوا لیکن جب حکومت نے یہ دیکھا کہ ملک میں ان کے لیے ایک زبردست ایجی ٹیشن پھیلنے لگا اور ظاہراً طور پر بےچینی کے آثار رونما ہونے لگے تو طرح طرح کے

بے سروپا الزامات عائد کرنے شروع کیے، مگر اُن تمام الزامات کا خلاصہ۔ اُن تمام جرائم کا لُبّ لباب، اور اُن تمام بہتانوں کا نچوڑ صرف یہی تھا کہ ان دونوں بھائیوں کو ٹرکی سے اس قدر ہمدردی کیوں ہے، یہی اور صرف یہی قصور تھا جسکی وجہ سے ان دونوں بھائیوں پر ہر قسم کی سختی کو روا رکھا گیا۔ طرح طرح کی مصیبتیں ان کو جھیلنی پڑیں، اور سینکڑوں بلائیں ان پر نازل کی گئیں۔

سچ یہ ہے کہ اِس زمانہ میں قومی لیڈروں اور وطن پرستوں کے لیے حکومت نے جو طریقہ اختیار کیا اور جس طرزِ عمل سے کام لیا وہ نہایت افسوسناک اور بدنما تھا، اس طرزِ عمل۔ جبر و تشدّد اور سرد مہری سے ممکن ہی کہ بعض لوگوں کی گردنیں جھک گئی ہوں، لیکن دلوں پر بہت بُرا اثر پڑا۔ طبیعتیں عام طور پر حکومت کی طرف سے بدظن اور متنفر ہو گئیں اور ہر متنفس جو ہندوستان میں آباد ہے انقلاب حکومت کا خواہشمند نظر آنے لگا۔ کانپور کی مسجد کے متعلق سر جیمس مسٹن لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ نے جو رویہ اختیار کر کے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو صدمہ پہنچایا تھا وہ نہیں بھلایا جا سکتا اُسکا خیال اب بھی تکلیف دہ اور ویسا ہی دلشکن ہے جیسا اُس زمانہ میں تھا جب یہ مسجد منہدم کی گئی تھی اور اُسکا صحن مسلمانوں کے خونِ ناحق سے رنگین ہو رہا تھا۔ اُس کے در و دیوار پر جا بجا خونی چھاپے نظر آتے تھے۔ اور اسمیں ذرا کلام نہیں کہ اُس وقت اگر لارڈ ہارڈنگ نے اپنے دور اندیشانہ فکر و تدبّر سے کام نہ لیا ہوتا اور خود جلد سے جلد معاملہ کانپور کا فیصلہ نہ کر دیتے تو نتیجہ اور بھی زیادہ مُضر اور دلخراش پیدا ہوتا اور خدا جانے یہ معاملہ کہاں تک طول پکڑ جاتا۔

لالہ لاجپت رائے کی جلاوطنی، مسٹر حسرت موہانی کی قید۔ ڈاکٹر سیف الدین کچلو کی نگرانی، لالہ دینا ناتھ کی سزا۔ مولوی محمود حسن کے مصائب مہاتما گاندھی اور مسٹر تلک کی دلخراش حالتیں، مسٹر سید حسین، اور مولانا عبدالحی کی گرفتاریاں اور بہت سے ہندو مسلمان لیڈروں کی نظر بندیاں، بہت سے قومی نمائندوں اور وطن پرستوں کی پھانسیاں اور قتل وغارت کے ہولناک واقعات مدتوں حکومت کی جباری و قہاری کی یاد دلائینگے، "علی برادران" کی نظر بندی، مولانا ابوالکلام کی نظر بندی دہلی۔ امرتسر۔ لاہور۔ گوجرانوالہ۔ احمد آباد وغیرہ کے ہنگامے برسوں حکومت کی ستمرانی اور غضب پروری کو نہ بھولنے دینگے،

میں نے ہندوستان کا وہ زمانہ تو دیکھا نہیں جب یہاں ہندو حکومت یا اسلامی سلطنت تھی، تاریخ کی ورق گردانی البتہ اُس زمانہ کے حالات پر روشنی ڈالتی ہے، مگر مجھے اُس سے بحث نہیں۔ میں تو کوئن وکٹوریہ کے وقت میں پیدا ہوا اور اُسی وقت سے موجودہ زمانہ کا تقابل کر سکتا ہوں، میں نے کوئن وکٹوریہ کے عہد میں باوجودیکہ زنانہ حکومت تھی نہ اپنی آنکھ سے مُلک میں ایسی شورش و بدنظمی کا نظارہ دیکھا نہ اپنے کان سے حکومت کے خلاف الفاظ سُنے، بزرگوں سے یہ ضرور سُننے میں آیا کہ گرانی بہت ہے، لیکن اُس زمانہ کی گرانی کا تقابل اگر موجودہ زمانہ کی گرانی سے کیا جائے تو ہرگز اُس کو گرانی نہیں بلکہ بے حد ارزانی سے تعبیر کیا جائیگا۔ اخبارات اور مطابع کی موجودہ جکڑبندیاں نہیں تھیں اور نہ ان میں بھی

تو کیوں؟ اخبارات کو حکومت کی کوئی شکایت ہی نہیں تھی، پریس میں نام کو بھی کوئی ایسا مضمون نہ چھپتا تھا جو حکومت پر بُرا اثر ڈلنے والا ہو اور چھپتا کیسے؟ گورنمنٹ کی طرف سے ایسے موقعے ہی نہیں دیے جاتے تھے، لیکن کوئن وکٹوریہ کا عہد ختم ہوتے ہی ہندوستان کی قسمت، حُکام کا طرزِ عمل اور حکومت کے آئین سب کے سب بدل گئے۔ رعایا، اور رعایا کے حقوق، رعایا کے جذبات، رعایا کے مطالبات سب کی پامالی شروع ہو گئی، اُن کی آزادی کو سلب کرنے اور اُن کے احساسات کو صدمہ پہنچانے کی سعی و کوشش کی جانے لگی۔ نظر بندیاں۔ زباں بندیاں لازمی سمجھی جانے لگیں۔ جیلخانوں کے دروازے وا ہو گئے۔ جلاوطن کر دینا۔ پھانسی پر لٹکا دینا اور گولی سے مار دینا کھیل سمجھا جانے لگا، اور زیادہ سے زیادہ ایک معمولی بات۔ اِن دنوں میں اُن تمام اُمور کی جنکا میں نے ذکر کیا ہے پوری ترقی ہو گئی اور ہر حاکم خواہ وہ ادنےٰ درجہ ہی کیوں نہ رکھتا ہو۔ گورنمنٹ کا ہر ملازم خواہ وہ چار روپئے ماہوار کا چپراسی یا سات روپئے مہینے کا کانسٹبل ہی کیوں نہو، فرعونیت کا مدعی اور گویا خود ہندوستان کا مالک بنا ہوا ہے۔ چلتے چلتے رولٹ بل اور مارشل لا کے جھگڑے پھیلے اور بہت سی قیمتی ہستیوں کا ان کے سبب سے خاتمہ ہو گیا۔ پریس ایکٹ کی بدولت اخبارات اور مطابع پر آفت آئی اور بہت سے بڑے چھوٹے چھاپہ خانے بند اور اخبارات فنا ہو گئے۔ ہزارہا ضمانتوں کا روپیہ معمولی سے معمولی الزام عائد کر کے ضبط کر لیا گیا اور مجبور کیا گیا کہ اگر اخبار یا مطبع کی ہستی برقرار رکھنی ہو تو دوبارہ ضمانت

کاروبہ، خلل کرو، غرض کوئی شعبہ اور کوئی صورت ایسی نظر نہیں آتی جسمیں
حکومت نے جبر و تشدد اور ظلم و تعدی کو پورے پورے طور پر استعمال نہ کیا ہو،
اور قیامت یہ تھی کہ اپنی کامیابی کا دار و مدار ہی اسپر سمجھا کہ رعایا پر سختی کی جائے
اگر حکومت ذرا بھی غور کرتی اور اگر کچھ بھی فکر و تدبر سے کام لیتی تو اس قدر
شورش، اس قدر پریشانی اور اس قدر اتلاف جان کا موقع ہی نہ آتا۔

ہندوستانی رعایا کو اگر نہ ستایا جائے، اُسکے حقوق کی پامالی کو درست نہ سمجھا
جائے اور اُس کے جائز مطالبات سے اگر چشم پوشی نہ کی جائے تو گورنمنٹ کو یاد
رکھنا چاہیے کہ وہ ہندوستانی رعایا کی برابر کسی مُلک کی رعایا کو وفادار، خیر
خواہ اور جاں نثار نہیں پاسکتی، ہندوستانی احسان فراموش نہیں ہیں اور
نہ ہندوستانیوں کو محسن کُشی آتی ہے، نہ انہوں نے "نمک خوردن و نمکداں
شکستن" والا سبق پڑھا ہے۔ یہ تو هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ
پر عمل کرنیوالے ہیں، پھر نہ معلوم ان کا مقابلہ توپ و تفنگ کے ساتھ کرنا کہاں تک
تک درست ہے اور وہ بھی اُس حالت میں جبکہ وہ ایک معمولی پستول۔ یا
ایک بڑا چاقو تک بھی رکھنے کے مجاز نہیں۔

اگر گورنمنٹ کی اس طرز عمل کو بھی جو اُسنے کچھ دنوں سے ہندوستانی رعایا
کے ساتھ جائز رکھا ہے حق بجانب مان لیا جائے تو ہم کو ظلم و ستم کے معنی سمجھنے
کی ضرورت پڑے گی، گورنمنٹ کو یاد رکھنا چاہیے کہ نرمی اور ملاطفت سے
دشمن بھی دوست ہو جاتے ہیں، اور سختی و جباری دوستوں کو دشمن بنا دیتی
ہے، پس وہی صورت کیوں نہ اختیار کی جائے جو ہندوستانی رعایا کو سرکشی

کا موقع ہی نہ دے اور وہ کبھی انقلاب حکومت کو کسی طرح گوارا ہی نہ کر سکیں مثل مشہور ہے کہ "جب بلی عاجز ہو جاتی ہے تو کتے پر حملہ کرتی ہے"! بیچارے ہندوستانیوں کو اس قدر عاجز ہی کیوں کیا جائے کہ وہ دائرۂ وفاداری سے باہر نکلجانے کی سعی میں مصروف ہو جائیں۔

بہرحال شروع جنوری ۱۹۲۰ء میں جو اعلانِ شاہی شائع ہوا ہے اور اُس میں جو وعدے کیے گئے ہیں وہ بہت کچھ حوصلہ افزا ہیں اور اُن سے بہت سی ایسی اُمیدیں وابستہ ہو گئی ہیں جو یاوسی کی حد تک پہنچ گئی تھیں، بشرطیکہ ہز میجسٹی نے اُن وعدوں کو فراموش نہ فرمایا جو اُنھوں نے اپنی غریب ہندوستانی رعایا سے کیے ہیں، ہز میجسٹی نے جن الفاظ کا اپنے اعلان میں استعمال فرمایا ہے اُن کو دیکھتے ہوئے ہم اپنی تمام گزشتہ مصیبتوں کو بھول گئے اور بھول جائینگے اگر عملاً بھی وہی طریقہ اختیار کیا گیا اور ویسی ہی مراعات سے کام لیا گیا، اور اگر یہ زبردست اعلان شاہی محض تالیفِ قلوب اور دفع الوقتی کا موثر آلہ نہ ثابت ہوا!

ہمیں حکومتِ برطانیہ سے ہرگز کوئی کاوش، عناد یا عداوت نہیں ہے۔ ہمیں اُسکی حکومت، اُسکی جہانبانی، اُسکی سلطنت ناگوار نہیں ہے ہم ضرور وفادار ہیں، جاں نثاری ہمارا فرض ہے، اور غداری کو ہم گناہِ کبیرہ سے بدتر جانتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی چاہتے ہیں کہ حکومت بھی اپنے اُس فرض کی طرف سے تغافل شعاری کو جائز نہ سمجھے جو ہمارے حقوق کی نگہداشت کی صورت میں اُس کے ذمہ ہے۔

وہ ہماری فریاد سُنے، ہمارے زخموں کے اندمال کی طرف متوجہ ہو اور ہمارے اچھے بُرے کی شریک ہو، نہ یہ کہ ؎

نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے
گھُٹ کے مرجاؤں یہ مرضی مرے صیاد کی ہے

سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر ہم اپنا درد، اپنا دُکھ، اپنی تمنا۔ اپنی خواہش اور اپنی رام کہانی حکومت کو سُناتے ہیں تو مجرم۔ گنہگار۔ کُشتنی اور گردن زدنی کیوں سمجھے جاتے ہیں، عرضِ مطلب۔ اظہار تمنا۔ اور بیانِ درد کو جُرم قرار دینا تو کسی طرح بھی عدل و انصاف اور مہربانی و الطاف کا مرادف نہیں ہو سکتا۔

اعلان شاہی کی بدولت جہاں یہ ہوا کہ تمام سیاسی مجرموں کو رہا کر دیا گیا کاش اخبارات اور مطابع کو بھی آزاد کر دیا جاتا اور پریس ایکٹ سنہ ۱۹۱۰ء کو منسوخ کر کے اُسکے مصیبت خیز اثر سے بھی نجات دی جاتی۔ میں تو گورنمنٹ سے صرف یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ؎

اگر بحضرتِ تو عرضِ مدعا نہ کنم
زخم بہ سنگ بفرما سرِ خطاب کُجا

دہلی۔
جنوری سنہ ۱۹۲۰ء } **قوی** امروہوی غفرلہٗ

علی برادران

کا

ورودِ مسعود

اور

جلوسِ میمنت مانوس

۹ر جنوری سنہ ۱۹۲۰ء کی صبح کس قدر مبارک اور مسرت خیز صبح تھی جسنے عورت، مرد، بچے بوڑھے سب کو مجسمۂ عشرت وشادمانی بنا دیا تھا، سرور انبساط اور لطف ونشاط کی تحیّر انگیز کیفیت دہلی کے ذرہ ذرہ سے نمایاں تھی، ہر در و دیوار ایک انقلابی تصویر بنے ہوئے تھے، ہر معمولی سے معمولی مکان۔ ہر بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی دوکان کو اس قدر آراستہ کیا گیا تھا کہ ہر دیکھنے والے کی نگاہیں قربان ہوئی جاتی تھیں، لوگوں کی چہل پہل۔ تماشائیوں کا ہجوم، عجیب دلکشا اور دلفریب منظر پیدا کر رہا تھا، اور کیوں نہ ہوتا یہ صبح تو وہ صبح تھی جسکی تمنا نے برسوں دلوں کو بیچین رکھا۔ جسکی حسرت مدتوں قلب نشین رہی اور جسکے انتظار میں ایک ایک گھڑی ایک ایک سال سے کم نہ تھی،

یہ صبح وہ صبح تھی جس نے برسوں کی پژمردہ طبیعتوں کو شگفتہ کر دیا اور مدتوں کے افسردہ دلوں کو شاد و خرم بنا دیا تھا، یہی صبح تھی جس کی کیفیت تاریخ کے صفحوں میں ہمیشہ سنہری حرفوں سے لکھی ہوئی نظر آئے گی، یہی صبح ہے جسمیں تمام شہر دلہن بنا ہوا تھا اور دہلی کی سرزمین فردوس بریں کا لطف دکھا رہی تھی،

استقبالیہ کمیٹی کی جانب سے تمام سڑکوں پر جا بجا بڑے بڑے عظیم الشان دروازے قائم کیے گئے تھے اور اُن دروازوں کو طرح طرح کی پھول پتیوں سے آراستہ کیا تھا۔ ہر دروازے پر طرح طرح کے اشعار اور مسرت خیز جملے خوب جلی حرفوں سے لکھکر آویزاں کیے گئے تھے جو اس کتاب کے آخر میں بجنسہ ناظرین کی نظر سے گزرینگے۔ ان میں بعض اشعار وزن۔ قافیہ اور ردیف کی قیود سے بھی بے نیاز ہیں، تاہم ان اشعار سے اہل دہلی کے جذبات اور جوش و خروش کا پتہ ضرور چلتا ہے۔

قریب قریب ہر سڑک پر رنگ برنگ کی کاغذی جھنڈیوں کا جال پھیلایا گیا تھا، جو ہوا میں لہرا لہرا کر عجیب لطف پیدا کر رہی تھیں۔ استقبالی کمیٹی کے نصب کیے ہوئے دروازوں کے علاوہ شہر کے ہندو اور مسلمانوں نے بھی چھوٹے بڑے سینکڑوں دروازے ہر گلی کوچے کے سرے پر نصب کیے تھے۔ بہت سے مکانات ایسے بھی دیکھے گئے جن کے کوٹھوں پر دروازے بنا کر اُن کو آراستہ کیا گیا تھا، اشعار اور فقرے زیادہ تر سُرخ اور سبز کپڑوں پر لکھے گئے تھے اور نہایت خوشنما معلوم ہوتے تھے۔

سفینۂ حُرّیت یا آزادی کا جہاز

علی برادران کی خدمت میں اڈریس پیش کرنے کے لیے گھنٹہ گھر سے ملا کر ایک جہاز اعلےٰ پیمانے پر تیار کیا گیا تھا، اور اس قدر وسیع تھا کہ بیس آدمی بخوبی اُس پر بیٹھ سکتے تھے، یہ جہاز جو درحقیقت اسٹیج تھا لوہے کی چادر میں منڈھکر تیار کیا گیا تھا، اور اسپر "آزادی کا جہاز" نمایاں حرفوں میں تحریر کر دیا گیا تھا۔

اس اسٹیج یا سفینۂ حُریت کی خوبی و خوشنمائی اور شان و شوکت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اسکی لاگت "پانچسو روپئے" تھی، حالانکہ اس کے لیے جو سامان خریدا گیا تھا وہ بہت ارزاں قیمت پر دستیاب ہوا تھا اور اس کے بنانے والوں نے اپنی اُجرت بھی بہت کم لی تھی، سب سے زیادہ حیرت انگیز بات ہے وہ یہ ہے کہ اتنا بڑا عالی شان اسٹیج صرف ایک دن میں تیار ہو گیا اسٹیج کے ہر چہار جانب بانسوں اور بلیوں سے حلقہ بنا کر کُرسیاں بچھائی گئی تھیں تاکہ لوگ آرام سے بیٹھکر اڈریس اور جوابی تقریروں کو سُن سکیں لیکن چونکہ وہ کُرسیاں اس قدر تعداد میں نہ تھیں کہ تمام شہر کے رہنے والوں اور تمام باہر سے آنیوالوں کے لیے کافی ہو سکتیں اور ہر متنفس اس جد و جہد میں مصروف تھا کہ اُس کو کُرسی پر جگہ مل جائے اس لیے مجبور ہو کر فی کُرسی دو روپئے اور چار روپیہ کے ٹکٹ لگانے پڑے اور چشم زدن میں وہ تمام کُرسیاں گھِر گئیں۔ یہ سب کرسیاں تعداد میں تین سو تھیں، ان میں

دو سو کُرسیاں تو وہ تھیں جن کے ٹکٹ دو روپے فی کُرسی کے حساب سے
فروخت ہوئے، اور سو کُرسیاں فی کُرسی چار روپے کے حساب سے دی گئیں۔
سُنا جاتا ہے کہ پہلے یہ خیال تک بھی نہ تھا کہ کُرسیوں پر ٹکٹ لگایا جائے،
لیکن بعد میں انتظامی کمیٹی کو اس امر پر ضرورتاً مجبور ہونا پڑا کہ وہ ان کُرسیوں
پر کچھ نہ کچھ رقم وصول کرے۔

دہلی میں علی برادران کی تشریف آوری

پروگرام میں علی برادران کی خدمت میں ایڈریس پیش کرنیکا وقت دس
بجے کا مقرر کیا گیا تھا مگر بعض اتفاقی وجوہ سے یہ دونوں بھائی مع ڈاکٹر
انصاری گیارہ بجکر ۱۵ منٹ پر تشریف لائے۔ اور فوراً اسٹیج پر
جسکا ذکر اوپر آچکا ہے تشریف لے گئے، اللہ اکبر کے نعرے اس زور شور
کے ساتھ بلند ہو رہے تھے کہ کان پڑی آواز سُنائی نہ دیتی تھی۔
سب سے پہلے ڈاکٹر مختار احمد صاحب انصاری نے حاذق الملک حکیم
اجمل خاں صاحب کا ایک خط پڑھکر سُنایا جسمیں حکیم صاحب ممدوح نے
اپنی غیر حاضری پر معذرت کرتے ہوئے اس مبارک تقریب پر اہل دہلی کو
مبارکباد دی تھی، اس خط میں حاذق الملک بہادر نے مسٹر محمد علی اور مسٹر
شوکت علی کی گزشتہ خدمات کا پورے طور پر اعتراف اور آئندہ توقعات کا
اظہار فرمایا تھا، بعد ازاں رائے بہادر لالہ شیو پرشاد صاحب سی۔ آئی۔ ای۔ ڈی
او۔ بی۔ ای رئیس اعظم دہلی نے ایڈریس پیش کیا جسکو حضرت خواجہ حسن نظامی

صاحب دہلوی نے پڑھکر سُنایا یہ ایڈریس گلابی ساٹن پر چھپا ہوا تھا اور حاشیہ پر ایک نازک سچے کام کی سُنہری بیل بنی ہوئی تھی، ایڈریس کی نقل ناظرین کی دلچسپی کے لیے مع جوابی تقریر کے حرف بحرف درج ذیل ہے

خادمانِ اسلام و محبانِ مُلک و ملّت مایۂ صد ناز و افتخار جناب مولانا شوکت علی وجناب مولانا محمد علی صاحبان!

کم و بیش پانچ سال ہوئے جب آپکی طویل نظر بندی اور اس نظر بندی کی مصائب و تکالیف کا پہلا دن شروع ہوا تھا اور اہلِ دہلی نے اُس جامع مسجد کے دروازہ پر جس نے بہت سی سلطنتوں کا عروج اور زوال اور مختلف زمانوں کا مدّ و جزر دیکھا ہے آپ کو خدا کے سپرد کیا تھا، آج سب سے پہلے ہم کو اُس ربّ العزّت کی درگاہ میں شُکر گزار ہونا چاہیئے جس نے اس پانچ سال کے انقلاب انگیز زمانہ میں باوجود استبداد کے دست درازیوں کے آپکو اپنی حفظ و امان میں رکھا، نہ صرف اہلِ دہلی بلکہ تمام ہندوستان کے مسلمانوں کو یہ دن نصیب ہوا کہ وہ پھر قومی زندگی کی کشمکش میں آپ کی مخلصانہ رہائی سے دین و دُنیا کے فوائد حاصل کر سکیں، اہلِ دہلی کے لیے خصوصاً یہ دن نہایت مبارک و مسعود ہے اس لیے کہ ہندوستان کے قدیمی دارالسلطنت میں دولتِ مغلیہ کے زوال کے بعد جو تاریکی طاری تھی، اُس میں سب سے پہلا چراغ آپ ہی نے جلایا تھا، اہلِ دہلی احسان فراموش ہونگے اگر وہ اس حقیقت کو بھول جائیں کہ آپ ہی کے مساعیِ جمیلہ نے ان کے اندر قومی زندگی کی حقیقی تحریک و حرارت پیدا کی جبکہ زمانہ کے انقلاب نے ان کے قومی جذبات کو تقریباً مٹا دیا

تھا، ہم بھول نہیں سکتے کہ اس شہر کے غافلوں کو جگانے والی پہلی آواز آپ ہی کی تھی، اور یہ وہ احسان ہے جسکا نقش اہلِ دہلی کے دلوں پر سے کبھی مٹ نہیں سکتا

بزرگانِ ملت - ایک سرزمینِ ہندوستان پر آج ہندو مسلمانوں کی ایک متحدہ قومیت اور ایک خالص اسلامی عصبیت کو جو عظیم الشان آثار نظر آرہے ہیں، وہ بھی آپ ہی کی قومی خدمات کے شاہد ہیں' آپ کا بدترین دشمن بھی اس حقیقت سے انکار کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا کہ آج اس زمین پر آزادی اور حریت اور استقلال حقوق شہریت کی جو شاندار عمارت بنائی جا رہی ہے اُس کے معماروں کی فہرست میں آپ کے اسمائے گرامی جائے امتیاز رکھتے ہیں -

علی گڑھ کالج، مسلم یونیورسٹی، خدامِ کعبہ، مسلم لیگ اور اسی قسم کی بہت سی قومی تحریکوں میں آپ نے جس تن دہی کے ساتھ کام کیا ہے اُس کی تفصیل و شرح کا نہ یہ وقت ہے نہ موقع - اتنا عرض کردینا کافی ہے کہ آپ کی قوم اور آپ کے مُلکی بھائی آپ کی بیش بہا خدمات کا نقش اپنے قلوب پر جاہتے ہیں - لیکن ہمنے آپکی قومی زندگی میں ایک ایسی چیز دیکھی ہے جو ہماری نظر میں آپ کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ عظیم الشان کارنامہ ہے' وہ یہ کہ اپنی سیاسی و قومی زندگی کے ابتدائی زمانہ سے اور خصوصاً نظربندی اور قید کے زمانہ سے آپ نے ملک و قوم کے سامنے قوت ایمانی - بیباک صداقت' محترم آہنی استقامت اور "لاخوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون" کی ایک ایسی مثال پیش کی ہے جو تاریخ کے اوراق پر سنہری حرفوں میں لکھی جائیگی جو ہماری آنے والی نسلوں کے لیے چراغ ہدایت ہوگی اور اہلِ بصیرت کو روزِ روشن کی طرح دکھادیگی کہ ایمان میں یہ چیزیں ہیں جو

سچے پرستارانِ اسلام کا تمغہ ہوتی ہیں، مثلاً اگر ہم یہ عرض کریں تو بیجا نہ ہوگا کہ آپ نے قوم و ملک کے سامنے سچے محبانِ قوم کے پاک اور بے لوث زندگی کا وہ نمونہ پیش کیا ہے، جس نے بہت سے ضعیف ایمانوں کو قوی، بہت سی کمزور دلوں کو طاقتور، اور بہت سے ڈگمگاتے ہوئے قدموں کو مضبوط بنا دیا۔

آج سے پانچ برس پہلے ہندوستان کی سرزمین پر کتنے ایسے ہمت والے تھے جو مسئلۂ خلافت و اماکن مقدسہ کے متعلق شریعت حقہ کے احکام کو زبان پر لانے کی جرأت کر سکتے تھے، آج سربازار ہر شخص احکام شریعت کا اعلان کر رہا ہے آپ ہی کی عملی زندگی کا کرشمہ اور کارنامہ ہے کہ مسلمان سچائی اور ایمان کی خاطر ہر قسم کی قربانیوں کے لیے تیار ہو گئے۔

محبانِ ملت! آپکی رہائی ہمارے لیے بدیں وجہ اور بھی باعثِ تسکینِ قلب ہے کہ اس نازک زمانہ میں جبکہ ایک طرف تو تمام عالم اسلامی موت و زلیست کی کشمکش میں مبتلا ہے، اور دوسری طرف خود ہندوستان جبر و استبداد کی کارفرمائیوں کا شکار ہو چکا ہے، آپ جیسے مخلص محبانِ ملک و قوم ہماری رہنمائی کے لیے موجود ہوں گے، اور گزشتہ پانچ سال کے دار و گیر نے جس شیرازۂ قومی کو درہم و برہم کر دیا تھا وہ پھر عملی صورت میں منضبط ہو جائیگا، اسی طرح مسلمانوں کے قومی اتحاد کا جو بنیادی پتھر رکھا جا چکا ہے اُسپر ہندوستان کی ایک متحدہ قومیت کا ایک سربفلک مینار تعمیر کیا جا رہا ہے، اور اس تعمیر میں آپ کی شرکت ہماری ترقی کی رفتار کو بہت تیز کر دے گی۔

دلّی کی سرزمین پر کتنے ہی عظمت و جلال والے تاجدار، شاہزادے اور

اور حکام بلند مقام آئے اور چلے گئے۔ اہلِ دہلی نے بڑے بڑے جلیل القدر
اشخاص کے جلوس دیکھے اور خیر مقدم کے فرائض ادا کیے، لیکن اگر اس خوشی
محبت وعقیدت کا صحیح اندازہ کیا جاسکے جو اس وقت ہمارے دلوں میں ہے
تو بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ سلطنتِ مغلیہ کے خاتمہ کے بعد سے آج تک
اس خلوص وعقیدت کے ساتھ شاید ہی کسی شخص کا خیر مقدم کیا گیا ہو، آج ان
الفاظ کے پردہ میں محض دستوری مراسمِ تہنیت وخیر مقدم کی پابندی مقصود
نہیں، بلکہ یہ ایک نذرِ محبت اور خراج عقیدت ہے جو ہم آپ کے سامنے
پیش کر رہے ہیں، اور ساتھ ہی اس امر کا بھی یقین دلاتے ہیں کہ آپ کی زندگی
نے جو سبق ہم کو دیا ہے ہم اُس کو کبھی نہ بھولیں گے۔ ہمارے جہاز کا لنگر
اُستوار ہے"+

دوسرا اڈریس خواتینِ دہلی کی طرف سے پیش کیا گیا اور اُس کی
عبارت غالباً مولانا راشد الخیری کے زورِ قلم کا نتیجہ تھی جس کو ہم ذیل میں
درج کرتے ہیں:۔

مولانا محمد علی وشوکت علی صاحبان!

وہ ہوا جس نے سرزمینِ مصر پر اُس بڈھے باپ سے جو اپنے لال کی جدائی
میں روتے روتے آنکھیں کھو چکا تھا یہ الفاظ کہلوائے "انی لاجد ریح یوسف"
آج صدیوں بعد ہندوستان میں دوبارہ چلکر ہمارے بچھڑے ہوئے عزیزوں
شوکت علی ومحمد علی کی خوشبو دماغوں میں لا رہی ہے، اور وہ آسمان جسے
مایوس وناکام پیغمبر یعقوب علیہ السلام کے سینے سے کلیجہ کے ٹکڑے ہوتے

کو لٹتا ہوا دیکھا، آج یہ منظر بھی دیکھ رہا ہے کہ مادرِ گیتی کے دونوں سعید بچے جن کے فراق میں ہماری آنکھیں خون روئیں اس وقت ہماری نگاہوں کے روبرو ہیں، ہمارے دل جوشِ مسرت سے لبریز، ہماری آنکھیں نشۂ فرحت میں سوسن، اور ہمارے دماغ اطمینان و کامیابی میں چور ہیں، ضرورت ہے کہ ہم سب سے پہلے اس لازوال طاقت کے روبرو سر جھکا کر سجدۂ شکر بجالائیں جس نے اپنی قدرت سے زلیخا کو یوسفؑ تک اور یوسفؑ کو یعقوبؑ تک اور شوکت علی محمد علی کو ہم تک پہنچایا۔

بچو۔ بھائیو۔ بزرگو۔ تم نے اپنے صبر و شکر، متانت و استقلال اور اعمال و افعال سے اسلام کا دورِ گزشتہ ہمیں آنکھوں سے دکھایا اور بتا دیا کہ ابھی دنیا میں کلمۂ توحید کے پڑھنے والے زندہ ہیں،

• مسلم یونیورسٹی اگر مسلمانوں کو کبھی نصیب ہوئی تو تمہاری مخلصانہ کوششیں جب تک اسلام اس دنیا میں باقی رہیگا اُس کے دل پر ثبت رہینگی، تم نے جس خلوص و راستی کے ساتھ اس سلسلے میں خدمات انجام دیں مسلمان اُس کو ہرگز فراموش نہیں کر سکتے،

اخبار کامریڈ و ہمدرد کا اجرا اور ان کے ذریعے سے قومی خدمات ہمارے دلوں پر نقش ہیں۔ قوم و وطن کے واسطے سربکف ہونا ممالک اسلامیہ کی حمایت میں جان و مال کی قربانیاں وہ واقعات ہیں جنھوں نے ہم کو قرن اولیٰ کی تصویریں دوبارہ دکھادیں اور بتا دیا کہ کس طرح مسلمانوں نے اپنے سینے دشمنوں کے تیروں کی نذر صرف اس لیے کیے کہ خدا کے رسول پر آنچ نہ آئے۔ تم نے

جس خلوص، بیجگری اور محبت سے مُلک میں آزادی کی روح پھونکی، اور خود فنا ہو کر ہم کو زندہ کیا اُسکا شکریہ ہماری زبان اور قلم دونوں سے باہر ہے، جنگِ بلقان میں جب خاکِ عرب سے اُٹھنے والے پیغمبر کے کلمہ گو بیدردی کا شکار ہو رہے تھے، فاقوں نے اُن کی جان پر بنادی تھی، اور ہم خوابِ غفلت میں پڑے سوتے تھے، تم نے ہم کو جھنجھوڑا۔ مظلوموں کی گریۂ وزاری ہمارے کان تک پہنچائی۔ بیکسوں کی حمایت میں تمہاری صدائے بلند ہو کر ہمارے دل دہلادیے، اُن زخمیوں اور مریضوں کے واسطے جن کے سر پر خدا کے سوا کوئی وارث نہ تھا وفد روانہ کیا۔

عزیزو۔ یہ وہ خدمات ہیں جنپر ہم کیا ہماری نسلیں تک تمہاری قابل فخر ہستیوں پر ناز کریں گی۔

انجمن "خدام کعبہ" کی بنا حجاج وزائرین کے لیے جو کعبۃ اللہ اور روضۂ قدس کے شیدائی ہیں، جس قدر خدمات شوکت علی صاحب نے انجام دیں اور کلمۂ حق کے پڑھنے والے اطمینان وآسائش سے منزلِ مقصود پر پہنچے اسکا اجر خدا کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔

اس قیامت خیز جنگ یورپ میں جس نے آسمان وزمین تک تھرادیے جب حکومت کے سامنے فتح کے سوا کوئی دوسری چیز نہ تھی، قوانین جبریہ کے مقابلہ میں اپنی جانیں قربان کرائیں، اپنی آزادی کھوئی، حق کی حمایت میں نظر بند ہوئے ہمدرد جیسا عزیز پرچہ ملک و قوم پر قربان کیا، مہر دلی میں رکھے گئے، مگر تمہارے قدم نہ ڈگمگائے، تمہاری تیوریوں پر بل نہ آیا، حکومت کا کوئی جبر و تشدد کوئی

کوشش، کوئی تدبیر تمہاری صداقت کو متزلزل نہ کرسکی۔

مبارک ہو وہ ماں جس کے پیٹ سے ایسے اچھے بچے پیدا ہوئے، اور قابلِ مبارکباد ہے وہ مُلک جس کی سرزمین سے ایسے فرزندان اُٹھے۔

لینسڈ ڈاؤن کا قیام، خط و کتابت کی بندش، تنہائی احباب وہ جگر خراش واقعات تھے جن کو سُن سُنکر ہمارے کلیجے دہلے، اور اس کے سوا کچھ نہ کرسکتے تھے کہ ہر وقت دست بدعا رہے کہ معبودِ حقیقی تمہارے ارادوں میں استقامت اور تمہاری کوششوں میں برکت دے،

الحمد للہ علیٰ احسانہ صداقت کے راستہ میں تم نے کانٹوں کو پھول، مصیبت کو راحت اور اذیت کو نعمت سمجھا، اور آج وہ وقت ہے کہ تمہارے جسم کا ہر رونگٹا ہندوستان کو صبر اور شکر کے معنی بتارہا ہے

• مصائب کی دوسری کروٹ وہ تھی جب وقت نے انہی مظالم پر بس نہ کی، اور تم کو چھنڈواڑہ کے ریت میں پہنچایا۔ یہ قیام مصیبت تھا۔ وہ پہاڑ تھا جو بڑے بڑے پہلوانوں کے پتّے پھاڑ دیتا تھا۔ مگر مرحبا مرحبا۔ آفرین صد آفرین اسلام کے مقدس نمونوں گرد وغبار کے پُرخار تودہ کو گلزار سمجھکر تم نے سُنّتِ ابراہیمؑ ادا کی، اور ہر قدم دُگنے جوش وخروش سے آگے بڑھایا، اور تم وہاں وہ یادگار چھوڑ کر آئے جو ہماری عصبیت کو ہمیشہ زندہ رکھیگی، چھنڈواڑہ کی خاک کا ہر ذرہ تمہارے خلوص کا شاہد ہے اور تمہاری بدولت آج صدائے حق پانچ مرتبہ اس ہوا میں گونجتی ہے،

ہمارے خودغرض دل بھول جائیں، ہماری سرد طبیعتیں وہ وقت یاد

نہ رکھیں مگر تاریخ اسلامی کے اوراق اس جرأت ہمت دلیری کو نہیں بھول سکتے جب تم نے مشروط آزادی سے انکار کیا اور حکومت کو مسلمانوں کی اصلی شان دکھادی۔

اس سے پہلے کہ ہم اپنی ناچیز عرضداشت کو ختم کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ پھر اُس جامع المتفرقین کا شکر ادا کریں جسنے ہم کو یہ خوشی کی گھڑی دکھائی اور بچھڑی ہوئی صورتیں پھر دوبارہ دکھادیں۔

بھائیو! ہماری بہت سی توقعات تمہاری ذات سے وابستہ ہیں اُس وقت جبکہ ہر طرف سے ممالک اسلامیہ کی غضبیت کی صدائیں ہمارے کانوں میں آرہی ہیں، اپنے قدم آگے بڑھاؤ اور اپنی کامیاب ہستیوں سے ان جگر دوز آوازوں کو فرحت و مسرت سے بدل دو۔ ہماری دلی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں اور ہم نہایت خلوص کے ساتھ خدائے برحق سے ملتجی ہیں کہ تمہاری عمر میں برکت دے اور تمہاری بزرگ ماں کا کلیجہ اور تمہاری آنکھیں ٹھنڈی رہیں، آمین۔ ثم آمین۔"

یہ دونوں ایڈریس الگ الگ چاندی کے نلووں میں تھے اور دونوں نلوے ایک چاندی کے اسٹینڈ پر رکھکر چاندی کی کشتی میں پیش کیے گئے تھے، اس تمام سامان کی قیمت (۵۰۰) روپیہ ظاہر کی جاتی ہے، ان ایڈریسوں کے پڑھے جانے کے بعد مسٹر شوکت علی اور مسٹر محمد علی صاحبان نے جو جوابی تقریر فرمائیں وہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں:-

مولانا شوکت علی کی جوابی تقریر

برادرانِ ملک و وطن!

آج آپ نے ہم ناچیز اور ہیچکارہ بھائیوں کی جو عزّت اور توقیر بڑھائی ہے ہم اُسکا شکریہ ادا نہیں کر سکتے، اور جو عزّت افزائی آپنے ہماری کی ہے ہم ہرگز اس کے مستحق نہیں ہیں، لوگ دُنیا میں کروڑوں روپیہ صرف کر کے عزّت حاصل کر سکتے ہیں اور بڑے بڑے کام انجام دیکر دنیا میں عزّت بڑھاتے ہیں، مگر ہم لوگوں نے تو کچھ بھی نہیں کیا پھر جو کچھ ہماری عزّت آپنے کی اُسکا صلہ ہماری طرف سی کیا ادا ہو سکتا ہی اگر ایک نہیں بلکہ کروڑوں جانیں ہوں تو وہ بھی آپ لوگوں کے اوپر جو محبّت اور اخلاص آپ لوگوں نے ظاہر کیا ہے اُس کی خاطر قربان کر دیں اور یہ بھی پورا صلہ اور انعام نہیں ہو سکتا۔

واقعہ یہ ہے کہ ہم سے تو کوئی ایسا بڑا اور نمایاں کام نہیں ہوا جس کی وجہ سے آج ہماری عزّت اس قدر بڑھائی گئی۔ مذہب کے تمام کام ویسے ہی بند پڑے ہوئے ہیں۔ البتہ رات دن یہی خیال رہتا ہی کہ

داغ ہرچند جہاں گرد ہی، سودائی ہے
آپ کے سر کی قسم، آپکا شیدائی ہے

برادران! آج جس مصیبت میں ہم مبتلا ہیں، اور جو سخت وقت ہمپر آن پڑا ہے کاش اُسکو ذمہ دار حکام محسوس کریں۔

برادرانِ وطن کا شکریہ

"بھائیوں! تمام ہندوستان کے ہندوؤں نے مسلمانوں پر جو احسانِ عظیم کیا ہے، اور جس محبت وخلوص کا امتحان اُنہوں نے دیا ہے اگر خدا اور اُس کے رسولؐ کی محبت تمہارے دل میں ہے تو عمر بھر اور قیامت تک اُن کے احسان کو نہ بھولنا، اور حقیقت تو یہ ہے کہ ہم اُن کے احسانات کا بدلہ ادا ہی نہیں کر سکتے۔

جو باتیں ہم کہتے تھے، اور ہمارے کہنے کی تھیں، وہ ہندو بھائیوں نے کیں اور کہیں؛ آخری آواز جو امرت سر سے بلند کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے مذہب کے معاملہ میں یعنی خلافت کے مسئلہ میں بائیس کروڑ ہندو بھی ہمارے ساتھ ہیں، ہم تنہا نہیں۔"

(نعرہ ہائے مسرت اور جے کارے) پھر آپ نے ارشاد فرمایا:

"صرف زبانی جے پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر تم ہندو بھائیوں کو راضی کرو گے تو خدا کو راضی کر دگے، امرت سر میں یہ اعجاز دیکھنے میں آیا کہ جن کو ہم کافر کہتے تھے جو ہمارے نزدیک بُت پرست تھے اُنہی کی زبانِ مبارک سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور اللّٰہ اکبر نکلا۔

مہاتما گاندھی جی اور پنڈت مالوی جی نے جو تقریریں کی ہیں وہ آج تک کسی مسلمان کی زبان سے نہیں نکل سکیں، اور ہم ان کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔

اتمامِ حجّت

ہم اتمامِ حُجّت کے لیے وائسرائے اور بادشاہ کے پاس جائیں گے اور کہدینگے کہ خدا اور اُس کے رسُول کے احکام یہ ہیں اور آج نہیں بلکہ تیرہ سو برس پہلے یہ احکام نازل ہوئے تھے۔ جن میں ایک زیر و زبر کا فرق نہیں ہوا۔ آپ اپنی حکومت کے اُصول اس کے مطابق بنا لیجیے۔ اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو مسلمان مجبور رہیں۔

ہم گورنمنٹ کی بہتری اور فلاح چاہتے ہیں، آپ کو وہ کرنا چاہیے جس سے ۲۲ کروڑ ہندو اور دُنیا کے ۴۰ کروڑ مسلمان راضی رہیں، اور اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو اس کے نتائج کے ذمّہ دار بھی آپ ہی ہونگے!!

مسٹر محمد علی کی جوابی تقریر

آپ نے ایڈریس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ:۔

میں اس شہر میں ایک تنہا اور غریب الوطن کی حیثیت سے آیا تھا، مجھ کو وہ وقت یاد ہے کہ دو سال سات مہینے تک تھوڑی بہت خدمت جو بن پڑی انجام دینے کے بعد ۳۰ مئی ۱۹۱۵ء کو آپ بزرگوں سے رُخصت ہوا، اور اس کے بعد ۲۳ جون کو اس صوبہ سے باہر بھیجدیا گیا، اور وہاں سے بھی دوسری جگہ بھیجدیا گیا؛ بیان کیا جاتا

تھا کہ دہلی مردہ شہر ہے، وہاں کی زندہ درگور ہے، میں نے اُسی وقت
کہہ دیا تھا کہ خدا نے جس کو زندہ پیدا کیا ہے اُس کو کوئی مردہ نہیں
بنا سکتا اور جو مرا وہ بھی زندہ ہے۔

میں جب یہاں آیا تھا تو آپ لوگوں سے واقف نہ تھا مگر میرا عقیدہ
یہ تھا کہ کوئی چیز ایسی نہیں جس میں تازگی، بیداری اور روح نہ
پڑ سکے، میں یہاں دو برس سات ماہ رہا، اس قلیل مُدت میں مینے
کوئی خاص خدمت آپ لوگوں کی نہیں کی، مگر باوجود اس کے اہلِ
دہلی نے مجھ کو اس طرح نوازا۔ ایسی آؤ بھگت کی، اور ایسی خاطر تواضع کی
جس سے ثابت ہو گیا کہ یہ مُردہ نہیں ہیں، بلکہ جو ان کو مردہ کہتے تھے، وہ
مُردہ ہیں، دہلی میں ایسے بزرگوں کی ہڈیاں مدفون ہیں جن کی نسبت
بَلْ اَحْیَاءٌ آیا ہے، یعنی وہ مردہ نہیں ہیں بلکہ زندہ ہیں، وہ دہلی
کے لیے زندگی کا بیج بو گئے ہیں، ایک شاعر کہتا ہے:۔

آج جس دولت کا بازارِ جہاں میں کال ہی
(اے دہلی!) تیرا قبرستان اُس دولت سی مالا مال ہی

۲۰ رمئی ۱۹۱۵ء کو میں آپ سے رخصت ہوا تھا اور کس حالت میں
کہ اُس وقت میری زبان بند تھی، خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُسنے
اُس قید کو ہمارے لیے موجبِ تعلیم کر دیا۔ ہم اُس بھید کو کیا بتائیں

ع آں راز کہ در سینہ نہان ست نہان ست

مگر ابھی وہ تعلیم مکمل نہیں ہوئی ہے، خدا کا وہ بھید زبان سی یہاں ادا

نہیں ہو سکتا، بلکہ سولی پر۔ خدا سے ہماری دعا ہو کہ اگر تو زندہ رکھے تو ہم کو ایمان کے ساتھ زندہ رکھ۔ اور اگر خدا موت دے تو ایمان کیساتھ دہلی میں یار امیوڑ میں کے ہمارے گوشت کو چاہے کوّے نوچیں یا گدھ کھائیں مگر ہمارا ایمان ہمارے ساتھ رہے۔ آج میں پھر پانچ برس کے بعد آپ کے سامنے حاضر ہوا ہوں، میں نے آپ کی کوئی خدمت ایسی نہیں کی جسپر ناز یا فخر کر سکوں۔ ہمارے رسولِ اکرم کا ارشاد ہے کہ ایمان یہ ہے کہ ہاتھ سے عمل کرو۔ زبان سے کوشش کرو۔ اور اگر یہ نہیں کر سکتے تو کم سے کم دل سے اقرار کرو۔ مگر یہ ایمان کا اضعف ترین درجہ ہے، میں آپ سے رخصت کے وقت کلمۂ صداقت زبان پر نہ لاسکا تھا، کیونکہ اُس وقت زبان بھی بند تھی، اب زبان سے اسلام کی خدمت کرتا ہوں، کیونکہ اب وہ کھُل سکتی ہے۔

ایک افسر کو میں نے جیلخانے میں ایک جواب دیا تھا، تو وہ فرمانے لگے کہ آپ کا جواب تلخ ہے، میں نے کہا کہ اس تلخ تجربے کے بعد جو مجھ کو ہو چکا ہے اگر میں زبان سے تلخی اور درشتی برتوں تو کیا حق نہیں ہے، اس کو اُنھوں نے تسلیم کر لیا کہ تم اس تلخ کلامی میں حق بجانب ہو۔ دیکھئے ہم نظر بند تھے، لیکن ہم کو یہ معلوم نہیں تھا کہ کب رہا ہوں گے، مگر ہم سمجھتے تھے کہ چھوٹینگے ضرور۔ ہمارا عقیدہ تھا کہ ہم چھوٹینگے۔ اور قرآن و حدیث اور ایمان کو ساتھ لیکر چھوٹینگے۔

مجھ کو اگر ذاتی پرخاش کسی کے ساتھ ہو تو حرام ہے۔ ہم بھولتے ہیں کہ ہم کو نظر بند کیا گیا۔ ہم فراموش کرتے ہیں کہ ہم کو قید کیا گیا۔ ہمارا بغض و محبت

اللہ کے لیے ہے، ہم دونوں بھائی تیار ہیں کہ گورنمنٹ کے ذلیل سے ذلیل ملازم کے پاؤں پر اپنا سر رکھ دیں، اس میں ہماری کچھ ذلت نہیں، مگر ہم تیار نہیں کہ اسلام کی عزّت پر حرف آتا دیکھیں، ہم اپنی حرم سراؤں کو چھوڑنے کے لیے تیار ہیں، مگر خدا کے حرم کو غیر کے قبضے میں دیکھنے کو تیار نہیں۔ اُس پر ہماری اولاد، ہماری جان، ہمارا مال سب قربان ہے۔ کیونکہ ؎

جان دی۔ دی ہوئی اُسی کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ہم تیار ہیں کہ ہم اپنی عورتوں کو بے عزت ہوتا دیکھیں، لیکن شعار اسلام کی بے عزتی کو ایک لمحہ بھی گوارا نہیں کر سکتے۔

خیر مقدم محمد علی اور شوکت علی کا کچھ نہیں، خدا کا خیر مقدم کرو، جو اپنے احکام بندوں کی زبان سے منوا رہا ہے۔ یہ ہار وغیرہ سب بیکار ہیں، کیونکہ خدا دل کو دیکھتا ہے، اگر گورنمنٹ یا کسی دوسری قوم کی ضد سے یاد کھانے کو ایسا کیا جاتا ہے تو وہ قبول نہیں ہے، ہم اُس کے یار ہیں جو خدا کا یار ہے، ہم اُس کے دشمن ہیں جو خدا کا دشمن ہے، ہم اللہ کے ہو لیے۔

رشتہ در گردنم افگندہ دوست

می برد ہر جا کہ خاطر خواہِ اوست"

اِس موقع پر یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ اس سے قبل کہ مسٹر شوکت علی اسٹیج پر کھڑے ہوں، ان دونوں بھائیوں کی خدمت میں میاں محمد ابراہیم صاحب نے پنجابیوں کی طرف سے ایک ٹیکہ پیش کیا، پھر پنجابیوں کی جانب سے

دو ہار سو سو اشرفیوں کے پیش کیے گئے، اس کے بعد دو ہار سو سو اشرفیوں کے اور دو پچاس پچاس اشرفیوں کے سوداگرانِ چرم اور قصابان کی طرف سے نذر دیے گئے۔ اس کے بعد خواجہ عطا محمد خاں صاحب نے ایک ہار پیش کیا،

گھنٹہ گھر کے اردگرد آدمیوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ شمار ہونا غیر ممکن تھا مکانوں کے تمام چھجے۔ کوٹھے اور کھڑکیاں۔ مردوں اور عورتوں سے بھری ہوئی تھیں۔ سڑک پر تِل رکھنے کو جگہ نہ تھی، کمپنی باغ کی عمارت کا یہ حال تھا کہ بالکل آدمیوں سے بنی ہوئی معلوم ہوتی تھی، ہر درخت پر آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے، اور روشنی کے کھمبے جو سڑک پر نصب ہیں وہ بھی انسانی مینار کی حیثیت رکھتے تھے۔ سوار اور پیدل والنٹیر اپنی زرق برق زرّیں اور سیاہ وردیوں میں نہایت تن دہی کے ساتھ اپنے انتظامی فرائض کو پورا کر رہے تھے، اور حق یہ ہے کہ اتنے عظیم الشان ہجوم کا انتظام گورنمنٹ پولیس اور فوج بھی اس خوبی کے ساتھ نہ کر سکتی تھی اور نہ اُس سے ہو سکتا تھا۔

جس وقت علی برادران تشریف لائے ہندو مُسلم والنٹیروں نے سلامی دی۔ گولے چلائے گئے۔ اور باجے نے سلامی کا فرض ادا کیا۔ جو لوگ کرسیوں پر بیٹھے تھے فوراً تعظیم کے لیے سروقد کھڑے ہو گئے اور اللہ اکبر اور جے کاروں کی دل خوش کُن جوشیلی آوازیں عرصے تک فضائے آسمانی میں گونجتی رہیں۔ اور مُدت تک نعرہ ہائے تہنیت کا شور طبیعتوں کو مسرور بناتا رہا۔

یہ بھی گزارش کر دینا ضروری ہے کہ "سفینۂ حریت" (اسٹیج) کی تجویز، اُسکی جلد سے جلد تیاری اُس کے لیے سامان کی فراہمی اور اُس کی لاگت، ان سب باتوں کا سہرا مولانا عبداللہ صاحب چوڑی والے کے سر رہا اور اُنھوں نے اپنی جدت طبع، اُلوالعزمی اور فیاضی و تندہی کا ثبوت دینے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں ہونے دیا۔

ذیل میں سفینۂ حریت کا ایک قلمی مرقع پیش کیا جاتا ہے، اگرچہ اس میں اصلی لطف میسر نہیں آسکتا تاہم کچھ نہ کچھ شان ضرور پائی جائیگی۔

جلُوس

ایڈریس کی جوابی تقریریں ختم ہونے کے بعد جلوس عجیب و غریب تزک و احتشام کے ساتھ گھنٹہ گھر سے جامع مسجد کو روانہ ہوا۔ سب سے آگے زرق برق وردیاں پہنے ہوئے نو سوار تھے اُن کے عقب میں باجے والے۔ پھر پیدل والینٹرز۔ پھر مسلم والینٹرز جو گاڑی کے ہر طرف نہایت خلوص و محبت کے ساتھ گھیرا ڈالے ہوئے تھے، گاڑی کے عقب میں سیاہ وردی والے سواروں کے پرے تھے، ایک سوار کے ہاتھ میں اسلامی عظیم الشان جھنڈا تھا جسکے پرچم پر نجم و ہلال کا جلوہ نظر آ رہا تھا، سواروں کے عقب میں تماشائیوں اور عمائد و اکابرین اور عام لوگوں کا مجمع کثیر تھا،

جلوس فوارہ اور دریبہ کے راستے سے جامع مسجد میں داخل ہوا جہاں ان دونوں تاجدارانِ حرّیت اور استبداد شکن بہادروں کا نہایت جوش کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا۔ نماز ظہر سے فارغ ہو کر مسٹر شوکت علی مکبّر پر تشریف لے گئے اور کھڑے ہو کر حسب ذیل تقریر فرمائی۔

جامع دہلی میں مسٹر شوکت علی کی تقریر

جس وقت مولانا شوکت علی مکبر پر تشریف لے گئے ہیں جامع مسجد

کی سربفلک عمارت اللہ اکبر کے نعروں سے گونج رہی تھی

آپ نے فرمایا:۔

برادرانِ اسلام! دولت ہمارے پاس نہ ہو۔ حکومت ہمارے پاس نہ ہو، سلطنت ہمارے پاس نہ ہو، مگر یہ نعرۂ اللہ اکبر ہمارے پاس ہو تو ہمارے پاس سب کچھ ہے، اگر ہمارا واسطہ۔ ہمارا رشتہ اللہ اور اُس کے رسُول کے ساتھ مضبوط ہے تو خدا وعدہ کر چکا ہے اور اُسکا وعدہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ کہ۔ اسلام کا بول بالا ہوگا۔ حق بلند ہوگا پس بھائیو! خدا کی رسّی کو مضبوط پکڑو۔ اگر ہم اُس کی رسی کو مضبوط پکڑینگے تو چاہے دُنیا ملے یا نہ ملے، مگر دین تو ملے ہی گا۔ اور دُنیا بھی ضرور ملیگی۔ پانچ برس ہوئے جب ہم آپ سے اسی جامع مسجد سے رخصت ہوئے تھے، ہم بے سرو سامان غریب آدمی اور بے باپ کے بچے ہیں، ہم نے آپ سے محبت کی، اور آج اُس محبت کا یہ ثمرہ ملتا ہے، کہ آپ ہمپر جو عنایت کرتے ہیں اور آپ ہماری جو عزت کرتے ہیں، وہ بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں، اگرچہ ہمنے دین کے لیے کچھ نہیں کیا، اور جو کچھ کیا ہے دُنیا ہی کے لیے کیا ہے، اسپر ہماری یہ عزت ہو گئی، اگر دین کے لیے کچھ کریں تو خدا جانے آپ ہماری کیسی عزت کریں گے۔ پس ہم کو صبر و استقلال کے ساتھ خدا کی رسّی کو مضبوط پکڑنا چاہیے۔

آپس کے پُرانے لڑائی جھگڑوں کو چھوڑ دو۔ دل کے بُغض نکال دو۔ میں اس عرصہ میں کبھی ایک منٹ کے لیے بھی ہراساں نہیں ہوا۔

بلکہ اس نظر بندی نے ہمارے دل میں ایک نئی بات پیدا کر دی ہے وہ اسلام کی نسبت ہے۔ دُنیا کا کوئی بندہ مقبول نہیں ہو سکتا جبتک کہ دل میں اسلام کی نسبت پیدا نہ ہو۔ اور نعرۂ اللہ اکبر کی وقعت اُس کے دل میں نہ ہو" (نعرۂ تکبیر)

دورانِ تقریر میں تکبیر کے نعرے عجیب پُر لطف تھے۔ بہت سی آنکھیں اشکبار و پُر آب اور بہت سے دل بیقرار و بیتاب نظر آتے تھے ہزار ہا بندگانِ خدا معانقہ کی ہوس۔ مصافحہ کی تمنا اور قدم بوسی کی حسرت دل میں لیے ہوئے اور کامیابی کی دعا مانگتے ہوئے ایک دوسرے پر ٹوٹے پڑتے تھے،

اب جُلوس اُسی شان و شکوہ و طمطراق کے ساتھ جامع مسجد سے روانہ ہوا، اور چاوڑی بازار، قاضی کا حوض۔ لال کنُواں اور بہور خاں کی مسجد، کھاری باؤلی۔ صدر وغیرہ کا گشت کر کے قطب روڈ سے فتحپوری آیا اور وہاں سے گھنٹہ گھر اور نئی سڑک کے راستے سے جامع مسجد پر آکر ختم ہوا۔

جلوس ختم ہو جانے پر مولنا شوکت علی اور محمد علی جلوس کی سجی ہوئی گاڑی سے اُترے اور موٹر میں بیٹھکر ڈاکٹر مختار احمد صاحب انصاری کی کوٹھی پر تشریف لے گئے۔

پہلے ہو چکا تھا کہ شام کو ۵ بجے یہ دونوں بھائی بہرام خاں کی تراہے پر "جمعیت عالیۂ خوشنویسان ہند" کا ایڈریس قبول کرینگے

اس لیے تین بجے سے وہاں لوگوں کا اجماع شروع ہو گیا، اور ۵ بجے
تو اسقدر آدمی جمع ہو گئے تھے کہ جمعیت عالیہ کا آراستہ و پیراستہ
پنڈال باوجودیکہ بلند بنایا گیا تھا مگر بہت سی نگاہوں سے اوجھل
ہو گیا تھا۔ اس پنڈال پر ایک نفیس شامیانہ تانا گیا تھا اُس کے
نیچے تخت بچھا کر ایرانی قالین اور مخملی طلاکار فرش کیا گیا تھا۔
علی برادران کے لیے ایک ممتاز اور بلند جگہ بنائی گئی تھی جس پر قیمتی
کمخواب کا فرش اور تکیے لگائے تھے۔ تمام پنڈال جھنڈیوں،
پھولوں اور گملوں سے آراستہ تھا۔ لوگوں کی یہ حالت تھی کہ

جسکو دیکھو چشم بر در جسکو دیکھو منتظر — بچھ گیا تھا رہگذر میں ایک فرش انتظار
مضطرب یوں حاضرین تھے دبہر دید تھے — ماہِ نو کو ڈھونڈتی ہیں جسطرح روزہ دار
تھی کسی کلیپر بن کی آمد آمد کی خبر — خیر مقدم کا ترانہ گاتے تھے ہر سو ہزار

افسوس کے ساتھ سُنا گیا کہ اس وقت علی برادران تشریف لانے سے
معذور ہیں آٹھ بجے شب کو تشریف لائینگے اور وقت کی تبدیلی کا بڑا
سبب شاید یہ تھا کہ مسٹر محمد علی مرض ذیابیطس کی تکلیف میں مبتلا
تھے، ممکن تھا کہ لوگ اس پیغام کو سُنکر چلے جاتے اور وقت مقررہ
پر پھر آجاتے مگر ایسا نہیں ہوا۔ سب نے انتظار کی زحمت کو نہایت
خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا اور آخر وقت تک مجمع میں
بجائے کسی کمی کے برابر ترقی ہوتی رہی۔
ٹھیک ۸½ بجے "علی برادران" کی موٹر جمعیت عالیہ کے پنڈال

کے قریب پہنچی اور اللہ اکبر کے جوشیلے نعروں سے بہت دیر تک منڈپ ال
گونجتا رہا۔ منشی محمد الدین صاحب خوشنویس صدر جمعیت عالیہ نے
"جمعیت عالیہ خوشنویسان ہند" (آل انڈیا خوشنویس کانفرنس) کا ایڈریس
جو گلابی ساٹن پر دو رنگ سے نہایت شاندار صورت میں چھاپا گیا تھا
پیش کیا، اور منشی حامد مرزا صاحب خوشنویس (نائب الصدر جمعیت
عالیہ) نے کھڑے ہو کر پڑھا۔ اس ایڈریس پر جمعیت کا خوبصورت نشان
نہایت خوشنمائی کے ساتھ بنایا گیا تھا۔ چاروں طرف سبز رنگ سے
ایک دلکش بیل چھاپی گئی تھی، اور عبارت کا رنگ نہایت دلفریب تھا
اس ایڈریس کو خوبصورت. شاندار اور قیمتی فریم (چوکھٹے) میں لگایا گیا
تھا۔ ایڈریس کی نقل اور جمعیت عالیہ کے نشان کی شکل ناظرین کی دلچسپی
کے لیے ذیل میں درج ہے:-

تہنیت نامہ

بعالی جناب افتخار ملک و ملت زبدۃ الاحرار مولانا شوکت علی خاں صاحب د

عمدۃ الاحرار مولانا حافظ محمد علی خاں صاحب اڈیٹر کامریڈ و ہمدرد دام فیضہا

منجانب اراکین جمعیت عالیہ خوشنویسان ہند

محترم محسنانِ قوم!

ہم سب اراکین جمعیت عالیہ خوشنویسان ہند۔ دہلی۔ اس مبارک اور تاریخی موقع پر جب کہ ملک میں ہر طرف آپ کی آزادی پر جوشِ مسرت کا اظہار کیا جارہا ہے، اُس عام تعلق کے اعتبار سے جو قومی حیثیت سے ہے اور اُس خاص تعلق کے لحاظ سے جو اپنے فنِ کتابت کی بدولت ہم آپ سے رکھتے ہیں بانتہائے خلوص و عقیدت اور بغایت سرور و انبساط آپکا خیر مقدم کرتے ہیں۔ آپ کو جن مصائب کا سامنا ہوا۔ ہمارے دل میں اُسکی تکلیف موجود تھی، ہماری آنکھیں آپکا نام سُنکر پُرنم ہو جاتی تھیں، اور ہمارے کلیجے آپکے حالات سُنکر زخمی ہو جاتے تھے۔ لیکن اب اسکا اعادہ کرنا عبث ہے، کیونکہ آج تو وہ دن ہے کہ ہمارے دل میں سرور و انبساط کی کوئی انتہا نہیں، ہمارے تمام زخم اُس مرہم سے مُندمل ہو گئے جو آپ کی آزادی کی خبر بنکر ہمارے پاس پہنچا تھا،

آپ کو جن تکالیف، جن مصائب اور جن آفتوں کا مقابلہ کرنا پڑا وہ ایک زبردست امتحان تھا جو خدا اپنے نیک بندوں سے ہمیشہ لیتا رہا ہے، اور ہم مبارکباد پیش کرتے ہیں کہ آپ دونوں بھائیوں نے اِس سخت سے سخت قدرتی امتحان میں بہترین کامیابی حاصل کی اور نہایت استقلال و پامردی کے ساتھ اُن مصیبت خیز منازل

کوطے فرمایا جن میں اچھے اچھوں کے قدم ڈگمگا گئے اور انہوں نے ان مصائب کو برداشت نہ کر کے وہ راستہ اختیار کرلیا جس کو آپ جیسے غیور بھائیوں نے اختیار کرنا ہرگز پسند نہ فرمایا۔

الحمد للہ کہ آج آپ کے تمام مصائب، تمام آفات اور تمام تکالیف کا خاتمہ ہو گیا۔ ایام گزشتہ کوسوں دور ہو گئے، اور امن و امان کے دورِ جدید کا آغاز ہوتا ہے، اور امید ہے کہ ملک و ملت کو آپ جیسے محسنوں کی ذوات مقدسہ اس سے بھی زیادہ فائدہ پہنچائیں جتنا اس وقت تک پہنچا چکی ہیں، اگر زمانہ بھلانا نہ چاہے، اور زمانہ والوں کو بھولنے کی عادت نہ ہو تو ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ آپ کے الطاف و احسانات کا فسانہ (جو ملک و قوم پر آپ مبذول فرماتے رہے ہیں) صدیوں تک دوہرایا جا سکتا ہے۔

آج اراکین جمعیتِ عالیۂ خوشنویسانِ ہند دہلی کے دل جن قیمتی اور خوش کن جذبات سے مملو ہیں ممکن ہے کہ اشعارِ ذیل ان جذبات کی کسی خاص حد تک ترجمانی کر سکیں۔

امروز صد عیش و طرب بہرِ دل و جان آمدہ — پیغام عشرت ازپئے قوم مسلماں آمدہ
شکرِ خدائے لم یزل۔ از لطفِ خلاقِ ازل — در گلشن ہا برمحل فصلِ بہاراں آمدہ
گل می دمد اندر چمن ہم یاسمین و نسترن — قمری بگلشن نغمہ زن بلبل غزلخواں آمدہ
از محبسِ رنج و بلا از خانۂ ظلم و جفا — آزاد گشت و پیش ما شوکت علیخاں آمدہ
ہم قوتِ بازوئے او ہمشِ محمد با علی — از محبسِ اندوہ چوں یوسف بکنعاں آمدہ

آں آفتابِ منزلت، ایں ماہتابِ حریت — خورشیدِ تاباں آمدہ ماہِ درخشاں آمدہ
آں نیرِ برجِ شرف ایں گوہرِ دُرجِ شرف — باعز و تمکیں آمدہ با شوکت و شاں آمدہ
آں مرہمِ زخمِ جگر ایں ہم دوائے دردِ سر — آں عشرتِ دل آمدہ ایں راحتِ جاں آمدہ

در انتظارِ آں وایں یک قالبِ بے روح بود
امروز جانش ای قوی درقوم بیجاں آمدہ

اس کے بعد یہ سُنکر غالباً آپ خوش ہونگے کہ اُن لوگوں نے بھی جنکی حالت سب سے زیادہ پست اور نازک تھی، جن کو زمانہ نے سب سے زیادہ ذلیل و حقیر بنا دیا تھا، اور جن کو کبھی اپنی حالت کا احساس نہیں ہوا، جنہوں نے کبھی اپنی ذلت و اھانت کی پروا نہیں کی۔ جنہوں نے کبھی اپنے مصائب، اپنی تکلیف اور اپنی آئے دن کی فلاکت و عسرت کا شکوہ نہیں کیا، جنہوں نے ہمیشہ اپنے آپ کو ایک عضوِ معطل سمجھا۔ جنہوں نے ہمیشہ طرح طرح کی ذلیل و حقیر نگاہوں کو بے پروائی سے برداشت کیا۔ آج غفلت و جمود کو خیرباد کہہ دیا ہے، اُنہوں نے بھی ایک اُمید افزا انگڑائی لی کہ اور حسِ مطالب کی ایک برقی رَو اُن کی رگوں میں بھی دوڑ گئی ہے،

آپ یقین کریں کہ بیچارے خوشنولیس ابتک غفلت و جمود کی حالت میں اپنی عمریں تلف کر رہے تھے، لیکن اب اُنہوں نے بھی ایک جمہوری صورت اختیار کر لی ہے اور "جمعیت عالیہ خوشنولیسان ہند" کے نام سے ۲۰ نومبر سنہ ۱۹۱۹ء کو ایک مبارک انجمن کا افتتاح ہو گیا ہے، اور اُسی کی طرف سے آج یہ تہنیت نامہ آپکی خدماتِ عالی میں پیش کیا

جارہا ہے،

زمانہ اگرچہ پوری قوت کے ساتھ اس جمعیت کی مخالفت کرنے میں مصروف ہے، بہت سی اجتماعی قوتیں اس کو فنا کر دینے کی تدابیر سے کام لے رہی ہیں، اور بہت سے زبردست ہاتھ اس کو نیست و نابود کر دینے کے لیے خنجر بکف ہیں، لیکن اراکین انجمن صبر و استقلال کا سبق آپ سے سیکھ چکے ہیں اور اس لیے اُمید ہے کہ کامیابی کا سہرا انہی کے سر رہے گا۔

اب زیادہ گزارش حال کے لیے ہم آپ کا قیمتی وقت ضائع کرنا گوارا نہیں کر سکتے اور آپکو بکمال خلوص و نیازمندی تہہ دل سے مبارکباد دیتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ خدا آپ کے مقاصد و ارادوں میں آپکو ہمیشہ کامیاب فرمائے، اور ملک و ملت کو ہمیشہ آپ سے فائدے اُٹھانے کے موقعے ملتے رہیں، کیونکہ آپ کی عدم موجودگی سے قوم کو جو ناقابلِ برداشت نقصانات پہنچے ہیں وہ نہایت دلشکن ہیں اور اُن کی تلافی اُسی وقت ہو سکتی ہے جب آپ قوم کے سر و ں پر سایہ گُستر ہوں۔

(منشی) محمد الدین (صدر جمعیت عالیہ خوشنویسان ہند) (منشی حامد مرزا۔ نائب صدر۔ (منشی) محمد احمد (ناظم اعلیٰ)۔ (منشی) ملک الکلام سید محمد لائق تحسین قوی امروہوی (ناظم امور داخلیہ و خارجیہ) (منشی) شریف الدین (ناظم مالیہ) (منشی عبدالقدیر (امین

ایڈریس ختم ہونے پر مسٹر محمد علی نے حسب ذیل جوابی تقریر فرمائی :-

جمعیت عالیہ خوشنویسان ہند دہلی کی ایڈریس کے بعد مسٹر محمد علی کی جوابی تقریر

حضرات! میں نہایت مسرت اور فخر کے ساتھ اس امر کا اظہار کرتا ہوں کہ یہ ایڈریس جو اس وقت جمعیت عالیہ خوشنویسانِ ہند۔ دہلی کی جانب سے مجھے دیا گیا ہے اپنی عظمت و شان اور اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل نرالا اور قابلِ فخر ہے۔ نرالا اس لحاظ سے کہ یہ ایڈریس ایک خاص جمعیت نے پیش کیا ہے جسکی نظیر آج سے پیشتر نہیں مل سکتی۔ حضرات! آپ کا پیشہ وہ پیشہ ہے جس کی عزت اور وقعت اس خیال سے بہت کچھ بلند ہو جاتی ہے کہ قرآنِ مجید میں بھی اسکا درجہ وقیع پایا جاتا ہے، آپ لوگ جس قلم سے کام کرتے ہیں خدائے پاک جابجا اُس کی قسم کھاتا ہے۔ نٓ والقلم۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ الذی علّم بالقلم۔

یاد رکھیے کہ خدا کی وحدانیت پھیلانے کے صرف دو ہی ذریعے ہیں۔ یا قلم یا تلوار۔ تلوار ہم سے چھین لی گئی، مگر الحمد للہ کہ قلم پر آپ لوگ قابض ہیں۔ آج کل قلم پر قبضہ تلوار پر قبضہ ہونے سے زیادہ پُراثر اور نہایت اہم ہے۔ جو لوگ تلواروں کے مالک ہیں وہ بھی اہلِ قلم کی طاقت کے قائل ہیں

اقتدار کا پورے طور پر اثر مانے ہوئے ہیں۔ آپ کے قلم کا لوہا تلوار
کے لوہے سے زیادہ سخت اور آپکے قلم کی روانی تلوار کی دھار سے
زیادہ تیز ہے۔ اور آپکے قلم کا زخم تلوار کے زخم سے زیادہ تکلیف دہ
پس اپنا قدم آگے بڑھایئے۔ قلم پر قط رکھیے اور خدا کی واحدانیت
صفحۂ دہر پر لکھ ڈالیے۔ خدا کی رحمت اور تائید آپ کے ساتھ ہو۔
آپ یاد رکھیے کہ آپ کا فن نہایت شریف اور حلال روزی
کا بہترین طریقہ ہے۔ اس فن نے ایران سے ترقی کی اور آج اسکا
فیض وسیع اور عالمگیر ہے، خوشی کی بات ہے کہ آپنے ہندوستان
میں رہنے اور خود ہندوستانی ہونے کے باوجود اپنے فن کے اصلی وطن
کو فراموش نہیں کیا اور اپنی جمعیت عالیہ کے نشان میں سب سے
بہتر اور اعلےٰ جگہ ایرانی تاج کو دی ہے جسکے سایہ میں فن خوشنویسی
نے نشو ونما پاکر تمام دُنیا کو اپنا گرویدہ، اور ممنونِ منت بنا رکھا ہے
آپ لوگوں نے جمعیت قایم فرما کر وہ کام کیا ہے جس کو دنیا
کبھی نہیں بھول سکتی اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بغیر جمعیت کی اس وقت
دُنیا کا کوئی کام چل ہی نہیں سکتا، آپ اپنے کام میں مستقل رہیے
آپ ضرور کامیاب ہونگے، ضرور کامیاب ہونگے۔
مجھے یہ سُنکر افسوس ہوا کہ بعض طبیعتیں آپ کی جمعیت کی مخالفت میں
مصروف ہیں، یہ اُنکی سخت غلطی ہے اور اپنے اس طرزِ عمل کی وجہ سے انکو
یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ لوگ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے، میں آپ کو یقین

دلاتا ہوں کہ پانچ سال کی نظربندی اور قید کے زمانہ میں میرے اور میرے بھائی کے دل پر ایک سکنڈ بھی ہراس نہیں گزرا اور اس کے باوجود کہ یہ معلوم نہیں تھا کہ ہمیں رہائی کب نصیب ہوگی ایک دم کے لیے بھی مجھے یا میرے بھائی کو مایوسی نہیں ہوئی۔

گورنمنٹ نے ایک مرتبہ ہمیں ایک پیغام دیا تھا کہ اگر تم دونوں بھائی مشروط آزادی کو چاہو تو گورنمنٹ رہا کر دینے کے لیے تیار ہے لیکن نہ میں نے اُس رہائی کو قبول کیا اور نہ میرے بھائی نے ایسی رہائی کو گوارا کیا جو آزادی کو، صداقت کو، اور حق کو بیچکر حاصل کی جائے۔

آپ چند لوگوں کی مخالفت کیا اگر تمام دُنیا مخالفت پر آمادہ ہو جائے تو بھی کچھ پروا نہ کیجیے۔ خدا پر بھروسہ رکھکر اپنے ارادوں میں استقلال اور اقدام پیدا کیجیے اور اپنے کام میں مصروف رہیئے، آپ بہت جلد دیکھ لینگے کہ کامیابی کی شاہراہ آپ ہی کے قدموں کے نیچے ہے۔

اس کے بعد میں نہایت مسرت کے ساتھ اُس عزّت افزائی کا ایک مرتبہ پھر شکریہ ادا کرتا ہوں جو آپ نے اس اڈریس کے ذریعہ سے فرمائی ہے۔ اور بڑی خوشی مجھے اس بات کی ہے کہ یہ اڈریس مجھے اُسی محلّے میں اُنھی حضرات سے ملا ہے جس محلّہ اور جن حضرات میں میری عمر کے دو برس اور سات مہینے نہایت آرام و آسائش سے بسر ہو چکے ہیں اور انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ بھی میں اسی محلّہ میں رہونگا۔ میں آپکی اور جمعیت عالیہ خوشنویسان ہند کی کامیابی کے لیے تہ دل سے دعا کرتا ہوں +

مسٹر محمد علی کی تقریر ختم ہو جانے پر مسٹر شوکت علی نے کھڑے ہو کر اپنی فطری ظرافت کا پہلو لیے ہوئے حسب ذیل مختصر مگر جامع الفاظ ادا فرمائے،

مسٹر شوکت علی کی تقریر

جمعیت عالیہ خوشنویسان ہند کے اڈریس کے جواب میں

معزز اراکین جمعیت!

آپ نے اپنے اڈریس میں محمد علی سے پہلے میرا نام لکھا ہے۔ دُنیا میں آنے کے لحاظ سے تو بیشک میں نے نمبر اوّل حاصل کر لیا ہے لیکن دہلی میں حاضر ہونے کے لحاظ سے محمد علی کا نمبر اوّل ہے اور یہ مجھ سے بازی لے گئے ہیں، فی الحقیقت اگر محمد علی دہلی نہ آئے ہوتے۔ اگر محمد علی نے یہاں رہنا اختیار نہ کیا ہوتا۔ اگر محمد علی نے دہلی سے کامریڈ اور ہمدرد کی اشاعت نہ کی ہوتی، تو انجمن خدام کعبہ کا وجود بھی دہلی میں نہیں بلکہ کہیں اور ہی ہوتا اور میں بھی وہیں ہوتا جہاں خدام کعبہ جیسی انجمن قائم کی جاتی، پس مجھے یہ عرض کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ دہلی میں شوکت علی کی ذات محمد علی کی طفیلی ہے۔

معزز اہل قلم۔ چونکہ یہ اڈریس آپ حضرات کی جانب سے ملا ہے اسلیے میں یہ بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر آپ حضرات قلم تو قلم پرکار بھی میرے ہاتھ میں دیدیں تو مجھ کمبخت سے ایک دائرہ بھی نہیں

لکھا جاسکتا، اِس لیے سوائے اِس کے کہ آپ حضرات نے یہ ایڈریس پیش کر کے اپنی اُلوالعزمی۔ محبّت اور خلوص کا اظہار اور ہماری عزّت افزائی فرمائی ہے۔ اور کیا کہا جاسکتا ہے اور اس کے لیے ہم آپ حضرات کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

حضرات! خدا نے جسمانی حیثیت سے مجھے جس قدر لمبا چوڑا اور بھاری بھرکم بنایا ہے، ویسا ہی بھاری کام بھی میرے سپرد کیا ہے۔ انجمن خدّامِ کعبہ قائم کرنے پر جہاں میری آواز پر لبیک کہنے والے پیدا ہوئے، وہاں مجھے مطعون کرنے۔ خود غرض۔ خود مطلب کہنے، اور انجمن خدام کعبہ کو حصولِ زر کا ایک کارآمد ذریعہ بیان کرنے، اور اُسکی کامیابی کے راستے میں روڑا اٹکانے والوں کی تعداد بھی انجمن کا خیر مقدم کرنے والوں سے کم نہ تھی۔ خود حکومت نے بھی اس کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا اور اس کے وجود کو اپنے لیے مضر اور اپنے مقاصد کے حق میں منافی سمجھا تاہم میں نے اُس مخالفت اور اپنی بدنامی یا حکومت کے اُس خیال کی جو اُسکو انجمن کی طرف سے پیدا ہو گیا تھا پروانہ کی میں نے ہر معاملہ کو خدا پر چھوڑ دیا تھا اور اپنا کام کرتا رہا اور آئندہ بھی جو کچھ کرونگا وہ خدا ہی کے بھروسے پر کرونگا اور میرا عقیدہ ہے کہ جو کام بھی خدا کے بھروسہ پر کیا جاتا ہے اُسمیں کامیابی یقینی ہے۔ آپ حضرات نے جمعیت عالیہ خوشنولیسان ہند قائم

فرماکر قیمتی بیداری کا ثبوت دیا ہے - میں یہ عرض کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ بھی اپنے کاموں میں خدا پر بھروسا رکھیں - اور مخالفین کی کسی مخالفت کی خواہ وہ کسی درجہ اور کسی حد تک کیوں نہ پہنچ جائے کچھ پروا نہ کریں، استقلال اور ہمت کے ساتھ اپنے مقاصد کو کامیاب بنانے کی سعی و کوشش میں مصروف رہیں - اگر آپ نے ایسا کیا تو میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ تمام ملک میں بہت جلد وہ زمانہ آجائیگا کہ کوئی ایک بھی مخالف آپکو نہ مل سکیگا اور آپکی یہی جمعیت جسکی آج مخالفت کی جارہی ہے کامیابی کا قیمتی نمونہ سمجھی جائے گی - میں دعا کرتا ہوں کہ خدا آپ کے ارادوں میں وسعت، آپکی ہمتوں میں استحکام اور آپکی کوششوں میں کامیابی عنایت فرمائے - آخر میں اُس شاندار ایڈریس کا فخر و مباہات کے ساتھ پھر شکریہ ادا کرتا ہوں جو آپکی اُس صاحبِ عظمت جمعیت کی جانب سے ہم دو ہیچکارہ بھائیوں کی حوصلہ افزائی کے لیے پیش کیا گیا ہے جو اہلِ سیف نہیں بلکہ اہل قلم ہے اور جیسا کہ محمد علی نے بیان کیا ہے قلم تلوار سے زیادہ تیز رَو اور پُر اثر ہے - اس لیے آپ حضرات کا درجہ صاحبانِ سیف سے زیادہ برتر و بالا ہے -

---

اب مسٹر محمد علی پھر کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا :-

حضرات ! جس وقت میں نے جیلخانے میں دہلی کے گزشتہ ہنگاموں کا حال سُنا تو اُسی وقت چند اشعار خود بخود نظم ہو گئے تھے

جن کو آپ جیسے نکتہ شناسوں کی دلچسپی کے لیے پیش کرتا ہوں :-

کلمۂ حق ہو اگر وردِ زبانِ دہلی — مٹ نہیں سکتا کبھی نام و نشانِ دہلی

لب پہ آئے نہ کبھی شکوۂ جورِ اغیار — ہو زمانہ سے الگ طرزِ فغانِ دہلی

للہ الحمد کشادہ ہے رہِ صبر و رضا — ہو کے بیخوف بڑھیں راہروانِ دہلی

سر فروشی کیلیے جمع ہیں سب پیر و جواں — آج رونق پہ ہے کس درجہ دکانِ دہلی

حق کے آتے ہی ہوا کعبہ سے باطل رخصت

اور کچھ روز میں دہلی میں بتانِ دہلی

ہر شعر چونکہ صداقت کا مرقع، حقیقی جذبات کا آئینہ اور درد کی سچی تصویر تھا، ہر طرف سے واہ واہ اور سبحان اللہ کا شور بلند ہوا اور کمال خلوص کے ساتھ دادِ سخن دی گئی،

بعد ازاں چائے اور فروٹ (پھل) وغیرہ کی تواضع کی گئی۔ چائے پینے کے بعد علی برادران مع ڈاکٹر انصاری اور دوسرے ہمراہیوں کے سیر چراغاں کے لیے روانہ ہو گئے۔

تمام شہر میں روشنی کا خاص طور پر انتظام کیا گیا تھا اور دہلی کا کوئی مکان، کوئی دیوار، کوئی در ایسا نہ تھا جو نہ جگمگا رہا ہو۔ دہلی کے اُن باشندوں نے بھی جن کی مالی حیثیت خود انہی کے لیے کفایت نہیں کر سکتی اور وہ نہایت فلاکت و عسرت کی حالت میں اپنی اور اپنے اہل و عیال کی زندگی پوری کر رہے ہیں اظہار مسرت میں حصہ لیا تھا اور برقی روشنی نہ سہی، جھاڑ فانوس نہ سہی مٹی کے چراغ

ہی جلا کر اس خوشی میں شرکت کر لی تھی، اور اگر مجھ سے دریافت کیا جائے تو میں کہونگا کہ وہی روشنی سب سے زیادہ قیمتی اور وہی خلوص صحیح معنی میں خلوص تھا جو مفلسوں، محتاجوں، غریبوں اور تنگدستوں کی جانب سے ظاہر ہوا۔ اُن کی مدّھم اور ٹمٹماتی ہوئی روشنی اور مٹّی کے ٹوٹے پھوٹے چراغوں پر ہزاروں روپیہ کے شیشہ آلات اور جھاڑ فانوس قربان، اور اُن کے خلوص و اظہار عقیدت پر امیرانہ عقیدت اور شاہانہ اظہار محبت نثار۔ تہوّر خاں کی مسجد کی جانب جاتے ہوئے بڑّیوں کے کٹرہ میں علی برادراں کی موٹر کو روکا گیا اور ہار۔ عطر۔ پان وغیرہ سے ان کی تواضع کی گئی، اور ایسی تواضع سے بہت سے مقامات پر کام لیا گیا۔ آپ کی موٹر جس طرف سے گزُرتی تھی اللہ اکبر کے نعروں اور جے کاروں سے وہ بازار گونج اُٹھتا تھا،

غرض علی برادران کا خیر مقدم دہلی نے جس جوش و محبت سے کیا اور جس حوصلہ مندی اور فراخ دلی سے کام لیا وہ بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں ہوا۔ دہلی کا خیر مقدم تاریخ کے صفحات میں زریں ہے اور ہمیشہ زرّیں رہیگا۔ اور مُدّتوں تک اس خیر مقدم کی شان و شوکت اور اُس کی یاد کو زمانہ اپنے دل سے محو کر دینے میں کامیاب نہ ہوسکیگا +

نیازمند **قوی الامروہی** غفرلہٗ

اُن اشعار اور جملوں کی نقل جو شہر میں جابجا کاغذ اور سرخ و سبز کپڑوں پر سیاہ سفید اور سنہری حروف میں لکھ کر آویزاں کیے گئے تھے :-

محمدؐ اور علیؑ کے نام کا ہم کو سہارا ہے
وہی رہبر وہی لیڈر رہا ہے اور ہمارا ہے

زمیں پر نور افشاں ہے فلک پر چاند تارا ہے
جدائی ایسی یوسف کی کسی کو کب گوارا ہے

خلیق زار چھٹکر آئے بند یاس سے دونوں
کہ جیسے رام لچھمن آئے تھے بن باس سے دونوں

خلافت کو نرغے سے اغیار کے
چھڑا دو خدارا محمدؐ ۔ علیؑ

اے آمدنت باعثِ آبادیِ ما
دید تو سبب فرحت و صد شادیِ ما

اظہار شانِ دینِ محمدؐ علیؑ سے ہے
اسلام کی جو پوچھو تو شوکت علی سے ہے

امیروں کی دولت غریبوں کی ہمت
ادیبوں کی انشا حکیموں کی حکمت

فصیحوں کے خطبے، شجاعوں کی طاقت
سپاہی کے ہتھیار۔ شاہوں کی جرأت

دلوں کی امیدیں اُمنگوں کی خوشیاں
سب اہل وطن اور وطن پر ہیں قرباں

مژدہ باد آئے وطن میں پھر محبانِ وطن
قابل صد دید ہے پھر شوکت و شانِ وطن

مژدہ اے دل کہ مسیحا نفسے می آید — کہ ز انفاس خوشش بوئے کسے می آید

از پئے چیز بلبل ایں باغ می پرسید — کہ من بہ نالہ می شنوم گر نفسے می آید

پھر شکر علی برادر قید کہن سے آئے — گویا کہ چاند سورج باہر گہن سے آئے

بھارت کی دونوں آنکھیں گویا ہیں دونوں بھائی

اسلام کے ہیں شہید اور قوم کے فدائی

مٹ جائیگا سیارۂ ظلمت کا اثر آج — لو آگئے اسلام کے دو شمس و قمر آج

تنِ بیجس میں ڈالی تم نے آکر روح آزادی — سکھایا ہے زمانہ کو وفاداری کا برتاوا

نشاطِ روح افزا ہو کلیدِ دل کا مقصد ہو

نہ تم سنت کشِ رہبر نہ تم صوتِ خوشامد ہو

تمہاری جلوہ آرائی شادے گی تفرقے کو

چراغِ قوم ہو تم رونقِ دینِ محمد ہو

فی امان اللہ اے سردارِ قوم مسلمیں — بدر بنکر آج جو چمکے ہیں کل ہونگے نہال

تیرا حامی تیرا مونس قادرِ قیوم ہے — سلطنت اور جاہ و عظمت ہستی موہوم ہے

مذہب اسلام کا ہے اتفاقی مسئلہ — جانشینِ سیدِ کونین شاہِ روم ہے

رہے روشن تمہارے نام سے ہر ملتِ مسلم — تمہارے سر پہ ہر دم سایہ گستر نورِ احمد ہو

تمہاری بات کے آگے عدو کیا سر اٹھا سکتے — تمہاری بات پتھر کی لکیر ہے کس طرح رد ہو

نہیں چاہوں شکیوں تم لاڈلے ہو مادرِ ہند کے — شریکِ شوقِ نظارہ ہو شورِ آمد آمد ہو

بہت روئے تپِ فرقت نے اک مدت رلایا ہے

خوشی اب ہم کو لازم ہے کہ روزِ عید آیا ہے

مرحبا دونوں برادر قومی رہبر مرحبا — قوم پر سایہ تمہارا۔ تم پہ ہو سایہ خدا

باغِ جہاں میں چل گئی بادِ بہار آج — مدت سے بیقرار تھے پایا قرار آج

جو جاں نثارِ قوم ہیں حامی ہیں دین کے — تشریف لا رہے ہیں وہ عالی وقار آج

برطانیہ کی عظمت پھر دیکھنا جہاں میں — ہوگا بلند جسدن قومی نشاں ہمارا

ملائک یہ ترانے آج خوش ہو ہو کے گاتے ہیں
اسیرانِ چمن گلشن میں پھر تشریف لاتے ہیں
خوشی گھر گھر منائے آج پبلک شاد ہو ہو کر
مبارک ہو کہ دہلی میں فدائے قوم آتے ہیں

مشرق سے آفتاب کو مغرب سے ماہ کو — شہرت نے گھر سے تیری نکالا کسی کسی

ہیں محمد اور شوکت باغِ مسلم کے نہال — مادرِ ہندوستاں کی خوش خصال

خدا نے آجتک اس قوم کی حالت نہیں بدلی — نہ ہو جسکو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

شکر للہ کہ نہ مردیم و رسیدیم بدوست — آفریں باد بر ایں ہمتِ مردانۂ ما

آج تسکیں سے ہی مادرِ بیمار صدا دیتی ہے
مل کے رہنا ہی فقط درد کا درماں ہو مرے

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم — سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

یوسفِ گم گشتہ باز آید بہ کنعاں غم مخور
کلبۂ احزاں شود روزے گلستاں غم مخور
ایں دلِ غم دیدہ حالت بہ شود دل بد مکن
ویں سرِ شوریدہ باز آید بہ ساماں غم مخور

صد شکر آج قوم کے حامی رہا ہوئے — دربارِ مصطفےٰ کے سلامی رہا ہوئے

مدت کے بعد ہند کے نامی رہا ہوئے — قیدِ نظر سے تیرے پیامی رہا ہوئے

برسوں انہوں نے قید کی سختی اُٹھائی ہے

یارب تو ہی علیم ہے تیری دُہائی ہے

مبارکباد جشن خوش نصیباں — بنفسِ خاص ہندو و مسلماں

کیا گر حکومت نے تم سے کنارا — تو اس میں بھی کیا تھا تمہارا اجارا

زمانہ کی گردش سے ہے کس کو چارا — کبھی یاں سکندر کبھی یاں ہے دارا

نہیں بادشاہی کچھ آخر خُدائی

جو ہے آج اپنی تو کل ہے پرائی

شہنشہ ہو تم اپنے وقت کے اسلام والوں میں

نہ آزادوں میں ہے تم سا نہ تم جیسا مقید ہو

حافظا گر وصل خواہی صلح کن باخاص و عام — با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام

تمہارے نام میں حرفِ علی کا رتبہ عالی ہے

نشانِ شوکتِ دیں ہو۔ غلامانِ محمدؐ ہو

دیتا ہوں تازہ ایک خبر اور آپ کو — جو گلستانِ قوم کی ہے آبیارِ قوم

تحریک سے مہاتما گاندھی کی ایکدم — وہ رنگ دور ہوا سب خمارِ قوم

فضلِ خدا سے ہندو و مسلم کا اتفاق — یہ میل جول طور ہوا افتخارِ قوم

ظلم گوروں نے کیا ہے نہ ستم کالوں نے — ہمکو برباد کیا اپنے ہی اعمالوں نے

تیغوں کے سایہ میں ہم پلکر جوان ہوئے ہیں — خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا

ہو مبارک جلوسِ شاہانہ — تم کو شوکت علی، محمد علی
شاد ہیں آپ کی رہائی سے — قوم کی بیخ و شاخ و برگ و کلی

الٰہی تا جہاں باشی بہ اقبال — جوان بخت و جوان دولت جوان سال

مرصع تاج ہمدردی سرِ تارک مبارک ہو — مبارک ہو مبارک ہو مبارک ہو مبارک ہو

شکر خدا کہ قوم کے سردار آ گئے — صبر و رضا کے مالک و مختار آ گئے
کہتا ہے شوق دیکھ کے شمس و قمر کا نور — یوسف کی طرح چھوٹ کے گرفتار آ گئے

انہی کے دم سے قائم شوکتِ دینِ محمد ہے — یہی اب ناخدائے کشتیِ اسلام ہیں دونوں

خدا دوست باشد محمد علی — عزیزِ جہان است شوکت علی

سنگدل کو بھی ہوئی ان کی رہائی کی خوشی !
خانۂ زنجیر میں غل ہے مبارکباد کا

محمد کی نیابت ہے علی سے — ہوئی اسلام کی شوکت علی سے

ہیں گلزارِ گل کی شگفتہ کلی — محمد علی اور شوکت علی

یکایک ہوا فضلِ رب کی چلی، — چمن میں خوشی سے کھلی ہر کلی
مسرت سے پڑی ہر جگہ کھلبلی — کہ مدت میں جا کر مصیبت ٹلی

رہا ہو گئے اب محمد علی — چھٹے حبسِ بیجا سے شوکت علی
گئے تھے جہاں سے وہاں آ گئے — جو بدخواہ تھے سنتے ہی گھبرا گئے
یہی غل ہے ہر جا کہ وہ آ گئے — عدو راستے میں سے کترا گئے

خدا نے دکھائی عجب اپنی شان
خدا مہرباں ہے تو کل مہربان

اسیرانِ بے جرم الحمد للہ رہا ہو گئے حکم شاہ زمن سے
محمد علی اور شوکت علی کو خدا نے چھڑایا ہے قیدِ کہن سے
ہے اس مخلصی کی یہ تاریخ مفتوں:-
چھٹے خوب شمس و قمر اب گہن سے
۱۹ ۶ ۲۰

فقرے اور جملے

خوش آمدید - مرحبا خوش آمدید - قُل جاء الحق و زہق الباطل
قُل جاء الحق و زہق الباطل ان الباطل کان زہوقا
نصرٌ من اللہ و فتحٌ قریب - بلاشرط آزادی مبارک ہو -
ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء - پر ماتما ہندو مسلم اتحاد کو قائم رکھے
گائے کی قربانی فرض نہیں ہے خلافت کی حفاظت فرض ہے -
خوش آمدید - زندہ باشید - ماندہ نباشید - عزت اسلام کی فرض
ہے، اپنے فرض کو یاد رکھو - تابندہ باد خلافتِ اسلامی -
دونوں بھائیوں پر خدا کی رحمت ہو جو خدا کی خوشی کے لیے ثابت قدم رہے
اے آمدنت باعثِ آبادی ما - محمد علی کی جے - شوکت علی کی جے
بھارت کے سپوتوں کی جے - مہاتما گاندھی کی جے - ہندو مسلمان کی جے -
الٰہی تا جہاں باشی تو باشی - احبابِ ما خوش آمدید -

انّا فتحنا لک فتحٌ نصیب نصرٌ من اللہ و فتحٌ قریب
بفضلِ خدا و طفیلِ حبیب، نصرٌ من اللہ و فتحٌ قریب

"ذیل کی عبارت شیشے پر سُرخ لکھی ہوتی تھی"

اَ اِ اُ۔ یعنی الف زبر اَ۔ الف زیر اِ۔ الف پیش اُ۔

اَ۔ یعنی زمانۂ چھاپہ خانہ

اِ۔ یعنی زمانۂ جیل خانہ

اُ۔ یعنی زمانہ جلوسِ شاہانہ

نیک نیت۔ انجام بخیر۔ ہمیشہ مبارک ہو

خاکسار۔ امان اللہ

علی برادرز کی رہائی

مصنفہ شیخ نور الٰہی صاحب سابق میونسپل کمشنر دہلی "جو چھپوا کر تقسیم کی گئی تھی"

خداوندِ عالم جو ہے بے نیاز — نہیں اس سے پوشیدہ کوئی بھی راز

وہ بندہ نواز اور نکتہ نواز — نہوتا مصیبت میں کس کا کارساز

سرِ بادشاہانِ گردن فراز — بہ درگاہِ او برزمینِ نیاز

یہ کنگ امپرر کو ہوا حکم رب — نہ کر سختیاں میرے بندوں پہ اب

رحم کے محل پر بڑا ہی غضب۔ — لکھا شاہ نے وائسرائے کو جب

کہ باز اور شاہین کو چھوڑ دو — یہ تارِ نظر کا قفس توڑ دو

یکایک ہوا فضلِ رب کی چلی — چمن میں خوشی سے کھلی ہر کلی

مسرت سے ہر جا پڑی کھلبلی — کہ مدت میں جا کر مصیبت ٹلی

رہا ہو گئے اب محمد علی — چھُٹے جیس بیجا سے شوکت علی

ملا تھا یہ مغرب سے ان کو سبق — کہ حکام سے مانگو تم اپنے حق

تھے اخبار ہمدرد کے دو ورق — ہوئی جس سے حُسّاد کے سینے شق

وہ حکام کے کان بھرنے لگے — محض تہمتیں اُن پہ دھرنے لگے

نظر بند تھے پر یہ آزاد تھے — کہ نام انکے ہر شخص کو یاد تھے

بظاہر اگر خانہ برباد تھے — دلوں کے گھروں میں آباد تھے

جو عزت تھی ان کی رہی انکے ہاتھ — یہ قرآں کے حافظ بنے لگتے ہاتھ

گئے تھے جہاں سے وہاں آگئے — جو بدخواہ تھے سُنکے گھبرا گئے

یہی غُل ہے ہر جا کہ وہ آگئے — عدو راستے میں سے کترا گئے

خدا نے دکھائی عجب اپنی شان — خدا مہرباں ہے تو کل مہربان

وطن کے یہ ہمدرد مشہور ہیں — فریب و دغا سے بہت دور ہیں

طبیعت سے اپنی یہ مجبور ہیں — صداقت کے بے مزد مزدور ہیں

زباں تھی جو پہلے وہی آج ہے — وہی قوم و مذہب کی بھی لاج ہے

غلط ہے یہ بدخواہ سرکار ہیں — یہ اچھے مشیر اور صلحکار ہیں

یہ جھوٹی خوشامد سے بیزار ہیں — حقیقت میں سچے وفادار ہیں

اگر مان لے کوئی ان کی صلاح — تو انجام میں اُس کو ہوگی فلاح

نظر بندیوں میں نہ تھے یہ ملول — تھے پابند حکم خدا و رسول

خلاف اسکے ان کو نہ تھا کچھ قبول — سمجھتے رہے بعض باتیں فضول

پڑی ضرب گو مال پر جان پر — یہ قائم رہے اپنے ایمان پر

نہ منصب کے خواہاں نہ چاہا خطاب ۔ کسی سے ہراساں نہ خوفِ عتاب

کسی پر نہ ظاہر کیا اضطراب ۔ یہ صابر رہے دونوں عالیجناب

صبوری بود کارِ صاحبدلاں ۔ صبوری بود پیشۂ مقبلاں

یہ اُس نیک بی بی کی اولاد ہیں ۔ جسے رُکنِ اسلام کے یاد ہیں

وہی اپنے بیٹوں کی اُستاد ہیں ۔ ملے اُن کو جوہر خداداد ہیں

کہ مردوں کی بھی عقل حیران ہے ۔ حمیّت بھی اُنپر سے قُربان ہے

جو دل میں تھا کہتی رہیں برملا ۔ زباں سے کہا اور دل سے کیا

نہ خواہش کسی سے نہ کچھ التجا ۔ بھروسہ فقط ذاتِ حق پر رہا

اُسی نے کی آخر میں ان کی مدد ۔ اگرچہ ہوئیں کوششیں حد سے حد

ہمارے جو اجمل ہیں حاذق طبیب ۔ بڑے ہی مدبّر بڑے خوش نصیب

ہیں مدّاح ان کے امیر و غریب ۔ خوش اخلاق خوشگو ظریف و ادیب

یہ اس وقت سچ مچ ہیں دہلی کی ناک ۔ جو ان سے جلے اُسکے مُنہ میں ہو خاک

جو انصاری ہیں اس جگہ ڈاکٹر ۔ حوادث سے دُنیا کے ہیں باخبر

ہیں ہمدردِ اسلام یہ اس قدر ۔ خدا کے سوا اور سب سے نڈر

خدا سے دعا ہے یہی ان کی بس ۔ مداریم غیر از تو فریاد رس

کسی سے نہیں دوستی دُشمنی ۔ غلط ان کی نسبت ہے کچھ بدظنی

مری بات ہے ہندوی درشنی ۔ جو بھولا اسے اُسپہ مشکل بنی

مرا در رسد کبریائے منی ۔ کہ ملکش قدیم است و ذاتش غنی

قطب میں اگرچہ ہوں گوشہ نشیں ۔ مگر قوم میری کاہی ساری یہیں

ہوائی محل جس میں ہوں ہیں مکیں | مرے واسطے ہو وہ چرخ بریں
پچھتر برس کا ابھی ہوں جواں | ہے فضلِ خدا سے طبیعت رواں
دعا یہ ہے نورِ الٰہی کی اب | خداوندِ عالم جو ہے سب کا رب
کرے پیدا قدرت سے ایسے سبب | جو فتنے اٹھائیں وہ خود جائیں دب

رعیّت حکومت سے راضی رہے
دلوں میں نہ کچھ خیال ماضی رہے

آپ دونوں بھائی ہوا من پائے در نجف | روزہ کو توڑا نہ جیتے ہیضہ میں کی جان تلف
پھر نہ کیوں حقگوئی میں ہو تم کو لاکھوں پر شرف | مرحبا صد مرحبا عبد العلی خاں کے خلف

(قربان علی بسمل)

یا انگل پنچ جوڑ توڑ لگانے سے کچھ کا کچھ سمجھ لیا جاتا ہے۔ ہم اپنے قابل
دوست مسٹر ضیاء الدین احمد برنی کو مبارکباد دیتے ہیں کہ انہوں نے
"اخباری لغات معروف بہ کلید اخبار بینی" لکھکر باحسن وجوہ اس
بڑی ضرورت کو پورا کردیا۔ کتاب نہایت جامع و مشرح ہے اور شاید ہی
کوئی لفظ ایسا ہوگا جو اس میں نہ پایا جا سکے، اس کتاب کی تقطیع نہایت
خوبصورت اور لکھائی چھپائی بہت اچھی ہے۔ کاغذ عمدہ سفید لگایا گیا ہے۔
۱۶۰ صفحے کی ضخامت پر ۱۲؍ قیمت ہرگز گراں نہیں ہے۔ اخباربین حضرات
ضرور اس کتاب کو "عبدالقدیر والاخوان تاجران کتب نمبر ۹۴
چھتہ لال میاں دہلی" کے پتہ سے طلب فرمائیں۔

نقشۂ افغانستان

یہ ایک چھوٹی سی مجلد کتاب ہے جسکی جلد نہایت خوشنما بندھوائی گئی
ہے، لیکن اس کو کھولنے سے ایک بہت بڑا رنگین نقشۂ افغانستان و
صوبۂ سرحدی برآمد ہوتا ہے۔ پشت پر کئی صفحوں میں نقشۂ مذکور کے
متعلق بہت سی مفید تاریخی اور جغرافیائی معلومات درج ہے۔ نقشہ
تہہ ہونے پر پھر ایک دلفریب مجلد کتاب کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔
ملکی اور سیاسی دلچسپیوں کا لطف اٹھانیوالے جلد طلب فرمائیں۔

قیمت قسم اول عہ۔ قسم دوم عہ۔ قسم سوم ۱۲؍

عبدالقدیر والاخوان تاجران کتب نمبر ۹۴ چھتہ لال میاں دہلی

دریائے لطافت فصیح البیان اور ہندوستان کے مشہور اور نامور شاعر میر انشاء اللہ خاں مرحوم کی بے مثل کتاب ہے۔ یہ پہلی کتاب ہے جو اُردو زبان کی تحقیق و محاورات و الفاظ وغیرہ پر نہایت خوبی سے لکھی گئی ہے۔ قیمت عہ

مبادی سائنس علم سائنس پر نہایت خوبی کے ساتھ سلیس اُردو زبان میں لکھی گئی ہے اور آخیر میں اصطلاحات کی فرہنگ بھی شامل کر دی گئی ہے۔ سائنس کے شائقین کے بہت بکار آمد ہے۔ قیمت عگ

رموزِ اعظم و اکمل یہ کتاب فن طب کا لاثانی مجموعہ ہے سر سے لیکر پاؤں تک کے کل امراض اور اُن کے استعمال کے لیے ادویہ کا طریقہ تشخیص اور معالجہ کا بیان ہے۔ قیمت صرف چھ روپے

ماکولات و مشروبات اس میں خوراک کے متعلق ہر پہلو پر بحث کے علاوہ اجزاء و مقدار فوائد و نقائص اور ہر کھانے کی چیز اور انہضام طعام وغیرہ کا مفصل ذکر ہے۔ اسکا رہنا ہر گھر میں لازمی ہے قیمت للعہ

نپولین اعظم اس میں نپولین اعظم کے کارنامے اور اُسکی زندگی کے تمام واقعات بلا تعصب و طرفداری اور راستبازی کے ساتھ نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیے گئے ہیں۔ نپولین دنیا کا ایک بڑا نامور فاتح اور اُولوالعزم سپہ سالار گزرا ہے۔ دو ہزار تین سو صفحے ہیں اور پانچ جلدیں ہیں۔ قیمت غیر مجلد عـہ مجلد عـہ

رہنمایانِ ہند ہندو مذہب کی تعلیم، عقائد اور سوانح عمری سری کرشن جی مہاراج اور گوتم کی زندگی کے حالات کا نہایت حیرت انگیز ذکر کیا ہے۔ دو سو آٹھ صفحے کی ضخامت ہے۔ قیمت صرف عہ

مشاہیرِ یونان و روم اس میں قدیم یونانی اور رومی مشاہیر کے حالات زندگی درج ہیں۔ نیز ایثار، حب وطن، جوانمردی، اُولوالعزمی کے ایسے کارنامے ہیں جو یقیناً دلوں کو ہلا دینگے۔ دنیا میں آجتک اس پایہ کی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ ہماری قوم و ملک کے ہندو مسلمان نوجوانوں کے لیے بیحد مفید ہے قیمت ہر حصہ مجلد عہ غیر مجلد للعہ

المشتہر

عبدالقدیر و اخوان۔ تاجرانِ کتب نمبر ۴۹ چھتہ لال میاں شہر دہلی